یا اللہ مدد — عقیدۂ حیات النبی زندہ باد — شان رسالت ﷺ زندہ باد — اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — شان صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ باد — مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد — حق چار یار رضی اللہ عنہم

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان

مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد

محدث عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ

شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید: شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ — خلیفہ مجاز: امام الموحدین رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی
0301-7790908

مدیر مسئول
مولانا احسن خدامی
0320 4902150

مدیر
حمزہ احسانی
0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

۱	حضرت! ایسے کام نہیں چلے گا..........	مدیر کے قلم سے..................	3
۲	کچھ دیر حدیث کے ساتھ............	مولانا ابوالحسن بھٹی.............	7
۳	افادات شیخین کریمین رحمہما اللہ.......	حافظ شمس الدین خان طلحہ صفدری..	9
۴	مینارہ علم ونور حضرت تونسوی رحمہ اللہ.....	مولانا محمد عامر شعیب............	14
۵	مکتوب گرامی....................	حضرت حاجی اشتیاق احمد رحمہ اللہ..	16
۶	غامدی کے بارے سُنی دارالافتاء کا فتویٰ..	مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی...........	17
۷	عمار خان ناصر کے بارے میں..........	ابومطیع.........................	18
۸	وحدت الوجود اور آلِ غیر مقلدیت.........	مولانا رب نواز..................	23
۹	مولانا صلاح الدین کی خدمت میں	مولانا عبدالجبار سلفی.............	31
۱۰	تعارف کتب......(معارف الفرقان)..	مبصر کے قلم سے................	35
۱۱	فتنہ غامدی نمبر....................	مبصرین، قارئین................	44
۱۲	آج بھی تُو رہبر ملت ہے دیو بند..........	شاہین اقبال اثر جون پوری.........	47
۱۳	مکتوب گرامی بنام ایک مرید..........	حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ......	49
۱۴	مکتوب گرامی....................	حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ........	50

حضرت!......ایسے کام نہیں چلے گا۔۔!!

''زیر نظر شمارہ سے مَیں ماہنامہ ''الشریعہ'' کی اِدارتی ذمہ داری مکمل طور پر عزیزم حافظ محمد عمار خان ناصر سلّمہٗ کے سپرد کر رہا ہوں۔ جس کی علمی صلاحیت، تحقیقی ذوق اور دینی صلابت پر، ذاتی طور پر بعض مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود، مجھے مکمل اعتماد ہے۔ اور قوی امید ہے کہ وہ ''الشریعہ'' کو اس کے اہداف، دائرہ کار اور معیار کے مطابق زیادہ بہتر طور پر آگے بڑھا سکے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

یہ، ہمارے عم محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے وہ کلمات ہیں جو گذشتہ ماہ ''الشریعہ'' میں شائع ہوئے۔

قارئین صفدر بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کی مخصوص فکر، طرزِ عمل اور خصوصًا اپنے فرزند دل پسند عمار خان ناصر کی بے جا حمایت وطرف داری بلکہ دفاع کے باعث مسلکی ذوق ومزاج رکھنے والے علماء اُن سے نالاں ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب سے جن اُمور میں علماء کو اختلاف ہے اُن کا ذکر بارہا ہو چکا ہے۔ ذیل میں اختصار سے چند اہم امور ذکر کر کے ہم اپنے مطلب کی آتے ہیں۔

۱......مولانا زاہد الراشدی صاحب نے جس مقصد کے تحت الشریعہ جاری کیا تھا، اور حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی علالت کے بعد عمار کی اِدارت میں الشریعہ کو جو رُخ دیا تھا، الشریعہ کے اُن اَہداف، طریقہ کار اور دائرہ کار ہی سے علماء کو اختلاف ہے کہ یہ طرز عوام الناس کے لیے مضر ہے۔

الشریعہ کی پالیسی کے حوالے سے مولانا زاہد الراشدی صاحب کے متعدد مقامات پر پیش کیے گئے 'دلائل' بھی مغالطوں اور خلاف واقعہ اُمور پر مشتمل ہیں۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب نے الشریعہ کے لیے جس پالیسی کا اعلان کیا تھا، بعض مخصوص مسائل میں وہ خود اُس پالیسی سے انحراف کر کے اپنی جانب داری کا ثبوت دے چکے ہیں۔

۲......اپنے فرزند عمار خان کے حوالے سے مولانا زاہد الراشدی صاحب کا طرزِ عمل انتہائی غیر مناسب رہا ہے۔ بلکہ ناانصافی، مغالطہ انگیزی، جانب داری اور غلط بیانی کی حد تک بھی نوبت آئی۔

۳......دیگر مکاتب فکر مثلا مودودیوں وغیرہ کی کتابوں پر تقریظ لکھنے کی پالیسی بھی درست نہیں۔

۴......جاوید احمد غامدی جیسے ملحد وزندیق کو 'اخلاص' کی سند دینا اور 'اسلامی نظریاتی کونسل' میں اُس

کی موجودگی کو بہت سے معاملات میں راہ نمائی کا سبب قرار دینے کا طرزِ عمل بھی نا قابل قبول ہے۔

قارئین مکرم!

حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب کی بے اعتدالیوں کے باعث ایک طویل عرصہ سے متعدد علماء کرام، مشائخ، مذہبی کارکنان، اہل خاندان اور دیگر حضرات کی طرف سے اپنے اپنے انداز میں اصلاحِ اَحوال کی کوششیں جاری ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ کی جانب سے بھی مختلف اوقات میں سعی کی جاتی رہی۔

اِس تمام صورتِ حال میں ایک چیز ہمارے لیے نہایت حیرت انگیز اور نا قابل فہم رہی کہ حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب باہمی گفت وشنید، بالمشافہ گفتگو اور مذاکرات کی میز سے ہمیشہ ہی کتراتے اور دوسروں کو تحریری میدان میں لانے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۰ء میں حضرت کو ''وفاق المدارس'' کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اِسی طرح اُسی دوران حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم، حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہم، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم اور مولانا قاری حنیف جالندھری پر مشتمل پانچ رکنی وفد سے ملاقات اور مل بیٹھ کر معاملہ طے کیے جانے کے لیے بھی پوارا ایک سال زور دیا جاتا رہا۔ گذشتہ شوال (۱۴۳۶ھ) میں بھی ''وفاق المدارس'' کے مرکزی دفتر ملتان میں متعدد علماء کرام کے ساتھ مذاکرات کی ایک نشست کا اہتمام خود صدرِ وفاق نے کیا۔ لیکن مولانا زاہدالراشدی صاحب نے کبھی بھی بالمشافہ ملاقات میں اِس بابت گفتگو پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ حالانکہ سامنے کی بات ہے کہ کسی بھی مسئلے کے حل کے لیے باہم مل بیٹھ کر گفتگو کرنا جس قدر مفید ہوسکتا ہے، جانبین کی تحریرات اُس کا عشر عشیر بھی نہیں بن سکتیں۔ مگر نجانے کیوں مولانا زاہدالراشدی صاحب بالمشافہ بات چیت سے ہمیشہ گریزاں ہی رہے۔

خیر! ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں۔ ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۰ء میں متعدد کوششوں کے بعد گذشتہ سے پیوستہ سال ۲۰۱۳ء میں اکابر علماء کی طرف سے الشریعہ اور اس کے منتظمین کے بائیکاٹ کی اپیل کی گئی۔ جسے مولانا زاہدالراشدی صاحب نے 'فتویٰ' قرار دے کر اُس پر اعتراضات کیے۔ اِس اپیل کے بعد مولانا زاہدالراشدی صاحب کے خلاف ایک باقاعدہ مہم چل پڑی۔ حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کے حکم پر ماہنامہ بینات، مجلّہ صفدر اور دیگر جرائد میں وہ اپیل شائع کی گئی۔ متعدد اجتماعات میں مولانا زاہدالراشدی صاحب کی شرکت موقوف ہوئی۔ اِس مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا زاہدالراشدی صاحب جو پہلے دبے دبے اَلفاظ میں عمار خان کا دفاع کرتے تھے، کھل کر اُس کا دفاع اور اُس کی گمراہی سے اِنکار کرنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''بعض مسائل میں عمار خان کے دفاع کو ضروری سمجھتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں۔''

نیز عمار خان کی گمراہی سے انکار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اُس کا کوئی بھی اختلاف گمراہی کے دائرے کا نہیں ہے۔'' [الشریعہ: جون ۲۰۱۴ء]

لیکن اِس صورتِ حال سے معاملہ بننے کے بجائے مزید بگڑ گیا اور ہر جانب سے مولانا زاہد الراشدی صاحب پر دباؤ بڑھنے لگا۔ گذشتہ سال 'جامعہ نصرۃ العلوم' گوجرنوالہ کے نتائج وفاق بھی اِسی تناظر میں موقوف کیے گئے۔ بالآخر اِس کاروائی کا نتیجہ گذشتہ ماہ مولانا زاہدالراشدی صاحب کی 'الشریعہ' کی (محض) اِدارت سے علیحدگی کی صورت میں نکلا۔

اِس واقعہ کی 'کچھ' تفصیل یہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ [مانسہرہ]، مولانا قاری حنیف جالندھری، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم کی مشاورت سے مرتب کردہ ایک تحریر مولانا زاہدالراشدی صاحب کی طرف سے حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی خدمت میں بھیجی گئی۔ جس میں جمہور امت کے مسلمات کے خلاف تمام آراء کو نا قابل اتباع قرار دیتے ہوئے ماہنامہ الشریعہ کے اجراء کا مقصد 'فقط' یہ بیان کیا گیا کہ مخالف اَفکار کے لوگ اپنا مدعا اپنے اَلفاظ میں بیان کر سکیں۔ نیز عمار خان کی طرف سے بعض مسائل میں غامدی کی تائید کا مبہم ذکر کر کے جمہور اُمت کے مسلمات کے خلاف تمام اَفکار سے مکمل براءت کا اظہار کیا گیا۔ اور آخر میں یہ لکھا گیا کہ: بعض انتہائی قابل احترام بزرگوں کے مشورے پر میں 'الشریعہ' سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے عمار خان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی مسئلے میں جمہور امت کے مسلمات سے علیحدہ روش اختیار نہ کرے۔ اگر اُس نے ایسا کیا تو وہ اس کا اپنا فیصلہ ہوگا۔ میری طرف اس کی نسبت درست نہ ہوگی۔

اِس تحریر کے جواب میں حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم نے مولانا زاہدالراشدی صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ دعاؤں سے نوازا۔ عمدہ صلاحیتوں کا اعتراف فرمایا۔ اور عافیت وفتنوں سے حفاظت کو اکابر کی اتباع میں منحصر قرار دیا۔

اگر یہ بات محض اِس پر ختم ہو جاتی تو شاید ہمیں یہ مضمون نہ لکھنا پڑتا۔ لیکن انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ مولانا زاہدالراشدی صاحب نے حسب سابق' مندرجہ بالا تحریر کی مشاورت میں شریک تمام بزرگوں کے ساتھ بھی 'ہاتھ' کرتے ہوئے عمار خان کی حوصلہ افزائی پر ہی تان توڑی ہے۔ چنانچہ یہ تحریر اور حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی جوابی تحریر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''زیر نظر شمارہ سے مَیں ماہنامہ ''الشریعہ'' کی اِدارتی ذمہ داری مکمل طور پر عزیزم حافظ محمد عمار خان

ناصر سلّمہٗ کے سپرد کر رہا ہوں۔ جس کی علمی صلاحیت، تحقیقی ذوق اور دینی صلابت پر، ذاتی طور پر بعض مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود، مجھے مکمل اعتماد ہے۔ اور قوی امید ہے کہ وہ ''الشریعہ'' کو اس کے اہداف، دائرہ کار اور معیار کے مطابق زیادہ بہتر طور پر آگے بڑھا سکے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

مندرجہ بالا اَلفاظ میں اگر معمولی سا غور بھی کیا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اکابر کی مشاورت سے مرتب کردہ سابقہ تحریر کو غیر مؤثر کر دینے کے لیے یہ چند اَلفاظ ہی کافی ہیں۔ کیونکہ اِس میں عمار خان کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی ہے۔ جب عمار خان کے 'تحقیقی ذوق' اور 'دینی صلابت' پر 'مکمل اعتماد' کا اِظہار اور الشریعہ کو اُنہی اہداف، دائرہ کار اور معیار کے مطابق آگے بڑھانے بلکہ زیادہ بہتر طور پر آگے بڑھانے کی حوصلہ افزائی ہی کرنی ہے تو جمہور اُمت کے مسلمات کی پابندی کی نصیحت اور خلافِ جمہور نظریات کے ''ناقابل اتباع'' ہونے کا اِعلان اور ان سے ''مکمل براءت'' کا اظہار محض لفظی تکلف بن کر رہ جاتا ہے۔

مجلّہ 'صفدر' کے شمارہ: ۵۷[اکتوبر ۲۰۱۵ء] میں غامدی وعمار کی فکری ہم آہنگی کے دس سے زیادہ ٹھوس شواہد ہم پیش کر چکے ہیں، جن میں عقائد، اجماعی مسائل اور مسلماتِ جمہور سے انحراف کی مثالیں موجود ہیں۔ اِس قدر انحراف اور واضح اِلحاد کے بعد بھی اگر عمار خان صاحب کی ''دینی صلابت'' جوں کی توں باقی ہے تو مسلماتِ جمہور کی اہمیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟؟ نیز اِتمام حجت سمیت بیشتر 'اُصولی' مسائل میں غامدی تحقیق کی ہی تائید وتصویب کرنے والے ''تحقیقی ذوق'' پر ''مکمل اعتماد'' ہے تو غامدی صاحب کے بارے یہ کلمات نہ لکھنے کی کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے؟

اِس کا تو صاف صاف مطلب یہی ہے کہ الشریعہ کی پالیسی اور عمار خان پر 'مجھے' تو ہر طرح سے مکمل اعتماد ہے۔ لیکن چونکہ بعض 'انتہائی قابل احترام' بزرگوں کو بوجوہ یہ پسند نہیں، اِس لیے عمار خان کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے الشریعہ کی محض ادارت سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔ ویسے میرے مضامین اِس میں شائع ہوتے رہیں گے۔ میرا نام بھی بطورِ مؤسس اِس پر لکھا رہے گا۔ حضرت امام اہل سنت اور حضرت صوفی صاحب رحمہما اللہ کے اَسماء بھی موجود رہیں گے۔ مختصر لفظوں میں نظام وہی رہے گا، چہرہ صرف ایک باقی رہ جائے گا۔ البتہ دوسرے کی تائید بعنوان ''مکمل اعتماد'' اُسے حاصل رہے گی۔ ہم نہایت ہی اَدب سے گذارش کرنا چاہیں گے کہ: ''حضرت! ایسے کام نہیں چلے گا۔''

نوٹ: حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے جو تحریر حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی خدمت میں بھیجی تھی، اُس میں بھی بعض چیزیں واقعہ کے مطابق نہیں ہیں۔ اِن شاء اللہ آئندہ کسی مجلس میں اُن کی کی نشاندہی اور اُن پر تبصرہ کیا جائے گا۔ وماتوفیقی إلا باللہ ☆☆☆☆

کچھ دیر حدیث کے ساتھ　　　　مولانا ابوالحسن بھٹی

مسند ابی حنیفہ کی ایک حدیث اور اس کی تشریح

أبو حنيفه عن زياد عن المغيرة: قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقوم عامة الليل حتى تورمت قدماه، فقال له أصحابه: أليس قد غفرلك ماتقدم من ذنبك وماتأخر؟ قال: أفلا أكون عبدًا شكورًا. [مسند أبی حنيفة، برواية الحصكفی:۹۶]

ابوحنیفہ زیاد سے وہ مغیرہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کا اکثر حصہ قیام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے۔ انہیں ان کے صحابہ نے کہا کیا آپ کی اگلی پچھلی خطائیں نہیں بخش دی گئیں؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

فقہ الحدیث:

(۱)......رات کے قیام سے مراد رات کو نماز پڑھنا ہے۔ رات بھر سوتے رہنے کی بجائے اس کا کچھ حصہ نماز میں گزارنا بہتر ہے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو نماز تہجد کا اہتمام تو کر ہی لینا چاہیے۔

(۲)......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کا غالب حصہ جاگتے تھے۔ لہٰذا وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہیں رات کا اکثر حصہ عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے۔

(۳)......اس حدیث میں اکثر رات عبادت کرنے کی بات ہے، جب کہ دوسری حدیثوں میں ساری رات جاگ کر عبادت کرنا بھی ثابت ہے۔ تمام حدیثیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں کہ آپ رات بھر بھی جاگے ہیں اور رات کا اکثر حصہ عبادت بھی آپ کا معمول رہا ہے۔

(۴)......قدم کے سوج جانے سے ثابت ہوتا ہے کہ تھکا دینے والی عبادت کرنا بھی درست ہے۔ لہٰذا بزرگانِ دین اور اولیاء کرام کی کثرتِ عبادت پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

(۵)......قدم سوجنے کی وجہ بظاہر مقدار کی زیادتی ہے یعنی لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا ہے اگرچہ رکعتوں کی تعداد کم ہو، اِس لیے طویل ترین رکعتوں پر مشتمل نفلوں کا جواز یہاں سے نکلتا ہے اور نفلوں کی تعداد میں زیادتی یعنی کثرتِ نوافل حدیثِ نبوی: "عليك بكثرة السجود" کثرت سے سجدے کرنا لازم کرلو' سے ثابت ہے۔ [صحیح مسلم جلد۱]

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخشے بخشائے ہونے کے باوجود رات کو عبادت میں مشغول ہیں تو امت کو

بطریق اولیٰ عبادت میں مشغول ہونے کی ضرورت ہے۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تھکا دینے والی عبادت کریں اور امتی سے فرض نماز بھی نہیں پڑھی جا سکے تو یہ کس قدر دکھ کی بات ہے!

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر عبادت کرتے ہیں کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا ہے پھر بھی آپ کو عبادت معاف نہیں ہوئی بلکہ موت تک عبادت (تکلیفی ،لہٰذا برزخی عبادت کی نفی نہ کشید کی جائے) کا حکم دیا گیا ہے۔(سورۃ حجر)

لہٰذا بعض ملنگ قسم کے لوگ یا ان کے معتقدین کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب انسان عبادت میں ترقی کر جاتا ہے تو اسے عبادت (نماز وغیرہ) معاف ہو جاتی ہے۔

(۶)......تھکا دینے والی عبادت کی وجہ سے صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترس آیا۔اس سے صحابہ کرام کا رحم دل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۷)......صحابہ کرام نے ''کیا آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف نہیں کر دی گئیں؟'' کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ افزائی کی۔لہٰذا کسی کی حوصلہ افزائی کرنا قابلِ تعریف عمل ہے۔

(۸)......صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی کے کلمات کہے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹا بڑے کو دلاسہ دے سکتا ہے۔

(۹)......اگلی پچھلی خطاؤں سے مراد خلافِ اولیٰ کام ہیں اسی طرح اجتہادی امور میں خطائیں بھی مراد ہو سکتی ہیں،خلافِ اولیٰ کام یا اجتہادی خطا کو گناہ نہیں کہا جا سکتا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام چونکہ بہت بلند ہے اس لیے آپ کے بلند مرتبہ کے لحاظ سے ان پر ذنب (گناہ) کا لفظ بولا گیا لیکن ساتھ ہی بخشش کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے،والحمدللہ۔

(۱۰)......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو ''عبد، بندہ'' کہا ہے آپ اللہ کے بندے تھے اور بندہ ہونا ہی آپ کے لیے اعزاز ہے۔

(۱۱)......''شکور'' اسم مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ''انتہائی شکر گزار'' ہوگا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے تھے۔

(۱۲)......اللہ کی طرف سے مغفرت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکر گزاری کو پیش کیا،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعمتوں پر شکر گزار ہونا شیوہ پیغمبری ہے۔(مگر فاسق لوگ انعامات پر اتراتے ہوئے نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں)۔ (بقیہ صفحہ نمبر 13 پر)

حافظ محمد شمس الدین خان طلحہ صفدری بن شیخ قارن مدظلہم قسط:۳

اِفاداتِ شیخین کریمین

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر...... مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہما اللہ

۵)......دارالعلوم دیوبند:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

۱۵/محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات (اِسی دن ہفتہ بھر کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں) تاریخ کا وہ مبارک دن تھا جس میں پیغمبر خدا ﷺ کی دی ہوئی امانت کا چشمہ علم سرزمین دیوبند سے پھوٹا اور رشد و ہدات کا پودا شجرہ طوبیٰ بن کر پھیلا جس کے لذیذ پھل سے دنیائے اسلام کی علمی بھوک ختم ہوئی، اور جس کی سرسبز و شاداب شاخوں کے سایہ کے نیچے جہالت اور غفلت کی بادِ سموم میں جھلسنے والوں کو چین اور اطمینان نصیب ہوا اور اس صاف اور شفاف چشمہ سے نہریں اور ندیاں پھوٹ پھوٹ کر نکلیں اور ایشیا بھر کے مردہ دلوں کو زندہ اور اجڑے ہوئے قلوب کو لہلہاتا ہوا چمن بنا دیا۔

[بانی دارالعلوم دیوبند:۴۱، ۴۲]

مزید لکھتے ہیں کہ:

اس مبارک مدرسہ کے آغاز کی خبر جب بتانے والوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کو بتائی اور یہ کہا کہ حضرت ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، اس کے لیے دعا فرمائی جائے (کیونکہ مدرسہ کے بغیر احیاء دین کی اس وقت اور کوئی صورت نظر نہیں آتی) تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا:

''سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے، یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سر بسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ: خداوندا! ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر، یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔''

[علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے:۱/۱۷، سوانح قاسمی:۲/۲۲۳، بانی دارالعلوم دیوبند:۴۲]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دارالعلوم دیوبند کی مثال بالکل اُس پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑیں زمین میں راسخ و ثابت ہوں اور جس کی شاخیں آسمانی میں پھیلی ہوئی ہوں، اور وہ اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے، اپنے فیوض و برکات علوم

وفنون سے ہر وقت خلق خدا کو سیراب کر رہا ہے، یہ ادارہ اسلامی فکر کا محافظ اور روحانیت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ [مقالات سواتی حصہ:۱/۱۰۳]

دیوبند کے مسلک پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

مسلک دیوبند شریعت وطریقت کی جامعیت پر مشتمل ہے، حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ (جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے پیر و مرشد تھے) نے فرمایا تھا کہ فقیر نے ایک ایسی ہنڈیا پکائی ہے کہ نہ سو برس پہلے پکی نہ سو برس بعد میں پکے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہنڈیا وہی ہے جو علماء دیوبند کے ذریعہ پکی ہے، توحید، اتباعِ سنت، تعلق باللہ (تقوی) اور شدید درجہ کے اتباع سنت کے ساتھ ساتھ دعوت الی الحق، قوی جذبہ کے ساتھ انہی حضرات کے ذریعہ ہوا ہے جن میں سوز و گداز، حال وقال، اور دردِ دل، سوزش باطنی اور روحانیت قویہ (موجود تھے) جو اس مسلک کے پیروکاروں کا لازمہ رہا ہے۔ [ایضا:۱۰۷]

۶)......نزول عیسیٰ علیہ السلام:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا رفع الی السماء اُن کی حیات اور قیامت سے پہلے اُن کا زمین پر نازل ہونا نصوص قطعیہ وقرآنی آیات سے ثابت ہے جس کا اِنکار کافر، ملحد اور زندیق کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، باطل پرستوں پر براہین قاطعہ اور اَدلہ ساطعہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا وہ اپنی انا اور ضد پر قائم رہتے ہیں، بھلا شیطان کی ہدایت کس کے بس میں ہے ۔

بدلنا ہے تو مے بدلو طریق مے کشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہو گا

[توضیح المرام:۴۸]

مزید فرماتے ہیں کہ:

جملہ اہل اسلام اِس کو بخوبی جانتے ہیں کہ ختم نبوت کے عقیدے کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا رفع الی السماء ان کی حیات اور پھر نزول الی الارض بھی قطعی اور محکم دلائل سے ثابت ہے، جو کسی تاویل کا محتاج نہیں، لہٰذا جو طبقہ اور گروہ ایسے بنیادی عقیدوں کا انکار یا تاویل کر کے کافروں میں شامل ہونا چاہتا ہے تو بڑے شوق سے ایسا کرے اسے کون روک سکتا ہے۔؟؟ ؎

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا؟
جو کچھ کیا وہ تم نے کیا، بے خطا ہوں میں

[توضیح المرام:۹۵،۹۶]

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

حضرت عیسی علیہ الصلو ۃ والسلام کی حیات، آسمانِ دوم پر اُن کا وجود اور قیامت سے قبل اُن کا نزول اور چالیس سال تک حکمرانی کرنا طے شدہ بات ہے۔ [مقالہ ختم نبوت:۲۸]

مزید لکھتے ہیں کہ:

غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلو ۃ والسلام کی حیات اور نزول پر متواتر احادیث موجود ہیں اور امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق اِس پر مستزاد ہے، جس کا انکار بغیر کسی ملحد کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔[ایضا:۲۹]

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس پر قرآن پاک کی آیات اور احادیث متواترہ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے اور چالیس سال تک اس امت پر حکمرانی کریں گے اور قرآن وسنت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے۔ لہٰذا قرآن وسنت کا علم ان کے لیے ضروری ہے۔ یہ علم ہوگا تو اس کی روشنی میں فیصلے فرمائیں گے۔ اور اسی کے مطابق خود بھی عمل کریں گے۔[ذخیرۃ الجنان:۱۰۰/۳]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ (وإنه لعلم الساعة. [الزخرف:٦١] میں) إنه کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں جو کہ آپ کے دوبارہ نزول کی طرف ایک اشارہ ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اور بعض دیگر مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ: مسیح علیہ السلام کے نزول کی روایات متواتر ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اتنے کثیر راویان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے۔ اس سے یہی اخذ ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام قرب قیامت میں ضرور نازل ہوں گے اور یہ حقیقت ہر مسلمان کے عقیدے کا جزو ہے۔ [معالم العرفان:۶۳۳/۱۶]

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا عقیدہ بنیادی عقیدہ ہے، اہل حق میں سے اِس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، متواتر اور صحیح احادیث اِس کثرت سے ہیں کہ اِن کا اِنکار کفر ہے، ایسا شخص اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ [تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن:۶۴۷/۵]

اور ایک جگہ حضرت مفسر قرآن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں ہے: ينزل بقرب القيامة. مسیح علیہ السلام قیامت کے قریبی زمانہ میں زمین پر نازل ہوں گے۔ يحكم بشريعة نبينا. ہمارے نبی کی شریعت کے مطابق حکم جاری کریں

گے۔ کیونکہ ان کی اپنی شریعت کا دور ختم ہو چکا ہے، وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے نائب، امتی اور قابل جرنیل کی حیثیت سے زمین پر آئیں گے، قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے۔ [معالم العرفان: ۱۹۸/۳]

۷)......طالبان:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ طالبان کو جزائے خیر عطا فرمائے! جنہوں نے جہاد کی صدیوں سے مردہ سنت کو زندہ کیا اور تھوڑے سے عرصہ میں وہ کامیابی حاصل کی کہ عالم کفر نہ صرف یہ کہ حیرت زدہ ہے بلکہ اسلامی جہاد اور اُس کے نام سے خائف بھی ہے۔ کیونکہ کافر بخوبی سمجھتے ہیں کہ مسلمان زندہ رہا تو غازی ہے، شہید ہو گیا تو بفضل اللہ تعالیٰ جنت کا وارث ہے۔ اور مسلمان شہادت کو ہمیشہ کی زندگی سمجھتا ہے۔ جب کہ کافر اس نصب العین اور نظریہ سے محروم ہیں ؎

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

طالبان کی جہاد کی آواز پر تمام اہل حق کے دینی مدارس کے علماء و فضلاء اور طلبہ نے لبیک کہی اور عملی طور پر جہاد میں شریک ہوئے، جس کا نتیجہ آج سامنے ہے۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر راقم اثیم عرض کرتا ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ راقم کا......نواسا عدیل عمران خوست کے مقام پر شہید ہوا۔ اور مدرسہ نصرۃ العلوم کے متعدد فضلاء نے جہاد میں شرکت کی اور کئی شہید ہوئے ؎

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

[افادات امام اہل سنت رحمہ اللہ: ۳۲۸/۱]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اب افغانستان میں طالبان کو اقتدار حاصل ہو رہا ہے۔ مگر امریکہ اور دیگر کافر طاقتیں نہیں چاہتے کہ دین سے وابستہ لوگ افغانستان میں برسر اقتدار آئیں۔ طالبان نے افغانستان میں نظام حکومت سنبھال کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ ملک کا نظم و نسق سنبھال کر امن قائم کر سکتے ہیں، نیکی کو رائج اور برائی کو ختم کر سکتے ہیں۔ مگر عالم اسلام اِس قدر بے حس ہو چکا ہے کہ کسی مسلمان حکومت کو یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ وہ کم از کم افغانستان میں طالبان کی حکومت کو ہی تسلیم کر لیں۔ اِس کے برخلاف اُن کی خوبی کو خرابی پر محمول کیا جا رہا ہے۔ طالبان قرآن و سنت اور فقہ حنفی کے مطابق اِسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر امریکہ کو یہ ہرگز برداشت نہیں ہے۔ یورپی ممالک، یہود و نصاریٰ، روس اور ہندو بھی نہیں چاہتے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہو۔ [خطبات سواتی: ۷۸/۶]

مزید مفسر قرآن رحمہ اللہ طالبان کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ:

اگر آج مسلمان حکومتیں طالبان کی مدد کریں تو افغانستان میں ایک مثالی حکومت قائم ہوسکتی ہے جو دوسرے مسلمان ملکوں کے لیے بھی نمونہ بن سکتی ہے، مگر مسلمان حکمران تو امریکہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اُس کے اشارے پر چلتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں آپس کا اتفاق واتحاد مفقود ہے اور وہ اغیار کے دست نگر بنے ہوئے ہیں۔ [ایضا:۷۹]

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

بھائی! سب حضرات خلوص کے ساتھ دعا کریں کہ اللہ تعالی افغانستان میں طالبان کو کامیابی عطا فرمائے۔ وہ اپنے ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں مگر بیرونی طاقتیں ان کے ارادے میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔ اسلام دشمن کافر طاقتوں نے نام نہاد اِسلامی ملکوں پر بھی اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ طالبان کی طرف سے امید کی تھوڑی سی کرن نمودار ہوئی ہے مگر امریکہ اور دوسری غیر مسلم طاقتیں اس کو برداشت نہیں کرتیں۔ آپ حضرات ان کے حق میں خصوصی دعا کریں۔ [خطبات سواتی:۶/۳۰۷]

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

آپ کے سامنے افغانستان میں طالبان نے اللہ کے راستے میں جہاد کو اپنایا ہے تو ان کو ہر کامیابی کے دروازے کھلتے جارہے ہیں اور آج افغانستان کا نوے فیصدی علاقہ ان کے تسلط میں ہے۔ انہوں نے اپنے زیر تسلط علاقوں میں اسلامی قانون نافذ کردیا ہے جس کے نتیجے میں وہاں مکمل طور پر امن وامان ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالی ان کو مکمل طور پر کامیاب کرے تاکہ وہ پورے افغانستان میں ایک صحیح اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ مگر افسوس طالبان کا جہاد اور اسلامی ریاست کی تشکیل امریکہ، اسرائیل اور ہندوستان کو ہضم نہیں ہورہی ہے۔ [خطبات سواتی:۶/۴۵۷]

☆☆☆☆☆

بقیہ ......''کچھ دیر حدیث کے ساتھ''

(۱۳)......آپ نے احسانِ خداوندی پر شکر کے نماز پڑھی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے شکر کا بہترین طریقہ نفل پڑھنا اور اپنے آپ کو عبادت میں مصروف کردینا ہے۔ البتہ دوسری احادیث کے پیش نظر زبان ودل سے بھی شکریہ ادا ہوجاتا ہے۔

(۱۴)......صلوۃ الشکر کے جائز بلکہ مسنون ہونے کی دلیل بھی اِس حدیث سے لی جاسکتی ہے۔

(۱۵)......اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے تنبیہ موجود ہے جو فرضوں پر اکتفا کرتے ہیں اور نفلوں بلکہ سنتوں کو نظر انداز کردیتے ہیں۔

مولانا عامر شعیب ڈیروی

مینارۂ علم و نور......علامہ تونسوی رحمہ اللہ

ترجمانِ اہل سنت، رئیس المناظرین، وکیل صحابہ واہلِ بیت، افکارِ مدنی کے امین، علامہ لکھنوی کے جانشین، جید عالم دین حضرت علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کئی صفات حسنہ سے متصف ایک عظیم بزرگ اور رہنما جبکہ از ہرالہند دارلعلوم دیوبند کے قدیم فضلا میں سے تھے۔ آپ ۳/رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۸/مارچ ۱۹۲۶ء شب جمعۃ المبارک سحری کے وقت تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں حکیم حاجی اللہ بخش سہانی بلوچ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والدمحترم کے سایہ عاطفت میں اپنے گھر پر حاصل کی۔ ناظرہ قرآن مجید محترم حافظ محمد عثمان تونسوی سے پڑھا۔ درجہ کتب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضرت خواجہ محمود رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارے اور علم وعرفان کے مرکز جامعہ محمودیہ میں داخل ہوئے اور علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام سے تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، منطق وبلاغت، فارسی وعربی اور فلسفہ وکلام جیسے علوم متداولہ کی تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ بعد ازاں علمی پیاس بجھانے کے لیے علم وعرفان کے گہوارے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ جیسے اکابر علماء کرام سے دوبارہ دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد شعبان ۱۳۶۶ھ کو حضرت مدنی کے ہاتھ پر بیعت تصوف فرمائی، پھر حضرت کی اجازت اور مشورے سے علامہ لکھنویؒ کے قائم کردہ ادارے 'دارالمبلغین' تشریف لے گئے، جہاں آپ نے فن مناظرہ کی تربیت کے علاوہ عقائد روافض اور کتب روافض پر مکمل دسترس حضرت لکھنویؒ سے حاصل کی، اور سالانہ امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے خصوصی انعام حاصل کیا اور دعائیں لیں۔ دارالمبلغین سے فراغت کے بعد وطن واپس تشریف لائے تو آرام وسکون پر مجاہدے اور محنت کو ترجیح دی۔ اپنے مادر علمی 'جامعہ محمودیہ' میں دس سال تک ابتدائی کتب سے لے کر بخاری شریف تک تمام اہم کتب کی تدریس کے علاوہ فرق باطلہ بالخصوص روافض کی بیخ کنی کے لیے میدان عمل میں اُترے۔ مسلمانوں کو روافض کے دجل وفریب سے بچانے اور انہیں صحیح عقائد سے روشناس کرانے کے لیے دور دراز علاقوں کے سفر فرمائے۔ اپنے مدلل اور تحقیقی بیانات سے فرق باطلہ اور روافض کی گمراہیوں کو مضبوط

اور وزنی دلائل کے ساتھ عوام کے سامنے آشکارا کیا۔ حضرت لکھنویؒ کے مشن کو ان کے طرز اور اسلوب کے مطابق سنبھالا اور اسے مستقل تحریک کی حیثیت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے پاک سرزمین ملک پاکستان میں روافض کے خلاف تجدیدی کارنامے انجام دیے۔ پوری زندگی دفاع انبیا، دفاع اسلام، دفاع صحابہ، دفاع قرآن وسنت اور مسلک حقہ کی ترجمانی میں گزاری۔ آپ اپنے وقت کے کامیاب مناظر، پرتاثیر خطیب اور دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کو روافض اور سنی تنازعات پر مناظرہ کی تیاری کرانے اور سنی کاز کے لیے محنت کی تربیت دینے میں کامیاب مدرس، لاجواب معلم اور عظیم محقق تھے۔ ذوق تحقیق کا یہ عالم تھا کہ پاکستان بھر کے علاوہ نادر اور نایاب کتب کی تلاش میں عراق، ایران، شام اور سعودی عرب تک کے علاقوں کو چھان مارا۔ آپ کی تقریر عام فہم جبکہ آواز میں ترنم ہوتا، عام فہم انداز کی وجہ سے اَن پڑھ دیہاتی نہ صرف بات سمجھ لیتے بلکہ محظوظ بھی ہوتے۔ آپ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، شہنشاہ خطابت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا خیر محمد جالندھری اور مولانا ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ کی موجودگی میں کئی جلسوں سے خطاب کیے۔ اپنے بیانات میں مسلمانوں کو ہمیشہ اتحاد واتفاق کا درس دیتے۔ صحابہ کرام کی عظمت، جانثاری اور محبت کی داستانیں سناتے۔ اکثر فرماتے: ''جانثاری اور محبت کی داستانیں دنیا کی تاریخ میں عجیب وغریب ملتی ہیں، مگر جو محبت کا کمال شاگردانِ رسول صحابہ کرام میں جاگزیں ودل نشیں ہوا اُس کی نظیر اور مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔'' آپ کا حافظہ بے مثال تھا، کتابوں کی طویل طویل عبارتیں جلد اور صفحے کی نشاندہی کے ساتھ پڑھ کر مجمع اور سامعین کو حیران کر دیتے۔ آپ میدان مناظرہ کے کامیاب شاہسوار تھے۔ ملک بھر میں رافضیوں کے ساتھ ۵۲ر مناظرے کیے۔ جب میدان مناظرہ میں گرجتے تو فضا سہم اور دشمن صحابہ سخت سردی کے موسم میں بھی پسینے سے شرابور ہو جاتا۔ دلائل کے انبار لگاتے تو دشمن اسلام کے لیے راہ فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہتا۔ آپ اپنی ہمہ جہت علمی رفعتوں اور قلمی عظمتوں کے باوجود انتہائی سادہ اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ سنجیدگی، متانت اور شرافت چہرے سے عیاں تھی۔ بناوٹ، شہرت پسندی اور تکبر سے کوسوں دور تھے۔ تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ہمیشہ اپنے آپ کو خادم کہتے۔ ایک دفعہ فرمایا: ''مجھے نہ علمیت کا دعویٰ ہے، نہ زہد وتقویٰ کا مدعی ہوں، میں تو مسلمانوں میں سے ایک ادنی مسلمان ہوں۔'' آپ صاحب کرامت بھی تھے۔ آپ کی ایک خاص کرامت یہ تھی کہ دوران تقریر ومناظرہ کوئی حوالہ پیش کرنے کے لیے کتاب اٹھاتے تو ورق گردانی کیے بغیر مطلوبہ صفحہ سامنے کھل جاتا۔ آپ سے ہزاروں طلبہ نے استفادہ کیا۔ آپ کے نامور تلامذہ میں مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ، مولانا عبداللہ شہیدؒ اور شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ شامل ہیں۔ (بقیہ صفحہ 34 پر) ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مکتوب حضرت حاجی اشتیاق احمد رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتیاق احمد، بازار لوہاراں، جھنگ صدر

محترم ومکرم برادرِ عزیز سرفراز حمزہ صاحب

السلام علیکم: آپ کی طرف سے کتابوں کا پیکٹ ملا، شکر گزار ہوں۔ میرے لے یہ بہت قیمتی تحفہ ہے۔ اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا تو میں ایک مدت پہلے سے عقیدت مند بن چکا ہوں......یعنی اُس وقت ''بچوں کا اِسلام'' کا کہیں نام بھی نہیں سنا تھا......اُن کی بہت سی کتابیں میرے پاس ہیں......فہرست میں سے جو کتابیں میرے پاس ہیں، نشان لگا کر ارسال کر رہا ہوں ......سب سے زیادہ مجھے ''تسکین الصدور'' کی ضرورت ہے......آج کل مل نہیں رہی......اس کے بعد ضرورت ہے ''الکلام المفید'' کی ......بس! آپ صرف یہ کتب ہی ارسال کریں......زیادہ کتب ارسال کرنے کی زحمت نہ کریں......پہلے ہی آپ نے احسان فرمایا ہے......

جن حالات میں مَیں نے ''عمرے کا سفرنامہ'' میں حیات النبی والا مسئلہ ذکر کیا ہے، وہ میں ہی جانتا ہوں......اور اس کے بعد جو زہریلے خطوط موصول ہوئے ہیں، بیان سے باہر ہیں......غیر مقلدوں کے خطوط بھی موصول ہوتے ہیں......یہ لوگ دِل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں......

''ذخیرۃ الجنان'' کا نام آپ سے ہی سنا ہے......کسی رسالے میں اشتہار بھی نہیں دیکھ سکا......

آپ نے اپنا فون نمبر نہیں لکھا......میں فون پر آپ سے بات کر لیتا......بہر حال میرا فون نمبر یہ ہے: 0322-27706343_0477-650265

آپ حضرات کی دعاؤں کا طالب ہوں......

والسلام......اشتیاق احمد

نوٹ: مجھے معلوم نہیں......آپ میرے ناول پڑھیں گے یا نہیں......ورنہ میں آپ کو ناول اِرسال کر دیتا......اور جو کتاب آپ کے والد ترتیب دے رہے ہیں، اُس کے سلسلے میں آپ کے والد محترم کے خط کا انتظار رہے گا۔ (نوٹ: خط پر تاریخ درج نہیں۔ اور بندہ کو یاد بھی نہیں کہ کس سن کا ہے۔[حمزہ])

مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی، فیصل آباد

جاوید احمد غامدی کے بارے میں ''سنی دارالافتاء'' کا فتویٰ

الجواب باسم القهّار

بشرطِ صحت، مذکورہ عقائد دو طرح کے ہیں:

۱)......بعض عقائد سخت گمراہانہ ہیں۔ جن کی وجہ سے حاملِ عقائد ضال ومضل بلکہ ملحد وزندیق بھی ہے۔ چنانچہ شیخ التفسیر والحدیث (حضرت مولانا) محمد موسیٰ (خان) روحانی (بازی) قدس سرہ نے اپنے رسالہ ''التحقیق فی الزندیق'' میں لکھا ہے کہ:

''زندیق وہ ہے جو بظاہر اِسلام کا مدعی ہو لیکن لسانًا یا عملاً اُصولِ اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو۔ خواہ وہ مُبطنِ کفر ہو یا نہ ہو۔'' [بحوالہ مقدمہ شرح بیضاوی:۲۵۹/۲]

۲)......بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے انسان دائرہ اِسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لہٰذا عامۃ الناس کو اس کے لٹریچر سے شرعًا اجتناب واجب ہے۔ اور حضرات علمائے کرام پر ذمہ داری ہے کہ اِس ملک گیر غامدی فتنہ کے لٹریچر کا از خود مطالعہ فرما کر اس کے باطل عقائد ونظریات سے اپنے اپنے حلقہ احباب کو متنبہ کریں۔

وفی البزازية علی هامش الهندية:

"والحاصل أنه إذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام، كفر."

[۳۲۸/٦، ط: کوئٹہ]

فقط......فالله خيرًا حفظًا وهو أرحم الراحمين

كتبه العبد

محمد اعظم ہاشمی غفرله الغنی

۱۷/ربیع الاول ۱۴۳٦ھ

سنی دارالافتاء، جامعہ حنفیہ، امداد ٹاؤن، شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد

ابو مطیع

جناب محمد عمار خان ناصر کے بارے میں

جناب عمار خان صاحب کی تحریرات کے بارے میں ایک شکوہ یہ ہے کہ وہ مسئلے کو حل کرنے کے بجائے نئے نئے سوالات اُٹھا کر بات کو اُلجھا دیتے ہیں، جس سے قاری شک وشبہ کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے، پھر فقہی جزئیات اپنی جگہ، امام شافعیؒ جیسے اہل سنت کے کبار ائمہ وعلماء کی تحقیقات کو حقارت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ (دیکھئے ان کی کتاب حدود وتعزیرات چند اہم مباحث: ۶۵، ۶۶ ص ۱۴۲، ۱۴۷، ۱۴۸) دوسری طرف جاوید غامدی جیسا آدمی جس کی کوئی علمی سند نہیں اور جو بہت سے مسائل میں امت مسلمہ سے کٹ ہوا ہے، جسے ساری امت کے خلاف اپنی رائے پر اصرار ہے، کئی جگہ ایسے ہوتا ہے کہ عمار خان صاحب غامدی کے کسی نظریہ کو جس کی غامدی کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہوتی، بغیر تنقید کے ذکر کرتے ہیں، پھر اُس پر تفریعات بٹھاتے ہوئے ''اگر یہ رائے درست ہو تو پھر مسئلہ یوں ہونا چاہیے۔'' جیسے کلمات لکھتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ جیسے ڈاکٹری کی کتابوں میں عام آدمی کے نسخے درج نہیں ہوتے، قانون کی کتابوں میں عام آدمی کی رائے کو جگہ نہیں دی جاتی، اِسی طرح دین کے مسائل میں عام آدمی کی رائے کو جگہ دینا نہ یہ کہ جائز نہیں بلکہ دین اور علم دین کے ساتھ صریح ظلم ہے، دین کا مسئلہ نہ ہر شخص سے لینا چاہیے اور نہ ہر شخص کی رائے کو علماء کے ساتھ رکھنا چاہیے حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: **إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم** [مسلم: ۱/۱۱ **باب بيان أن الإسناد من الدين**] ''یہ علم دین ہے تو دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو؟'' نیز فرماتے ہیں: ''**لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم**'' (ایضاً) ''علماء کرام سند کے بارے میں نہ پوچھتے تھے جب فتنہ پیدا ہوا تو کہنے لگے ہمیں اپنے آدمیوں کے نام بتاؤ تو اہلِ سنت کو دیکھ کر ان کی حدیث کو لے لیا جاتا اور اہل بدعت کو دیکھ کر ان کی حدیث کو نہ لیا جاتا''۔

تو جب خیر القرون میں ہر کسی سے مسئلہ نہ لیا جاتا تھا تو آج تشکیک کے فتنوں کے دور میں ایسا کیونکر درست ہوگا؟ اس لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ مسئلہ بتانے والے کی علمی سند کیا ہے؟ آپ اسماء الرجال کی کتابیں دیکھیں راوی کے بارے میں سب سے پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ اس نے فلاں فلاں

استاد سے پڑھا ہے پھر یہ بتاتے ہیں کہ فلاں فلاں اس کا شاگرد ہے اور یہ ثقہ ہے یا کمزور۔ افسوس کہ آج ایسے لوگوں کی آراء کو دین سمجھا جانے لگا جن کے اساتذہ کی بابت یہ پتہ نہیں ہوتا کہ مسلمان ہیں یا ہندو، عیسائی ہیں یا یہودی، حدیث نبویؐ کو ماننے والے ہیں یا حدیث نبویؐ کے منکر۔ یادرکھیں! اگر ایک شخص کا مطالعہ وسیع نہیں مگر مسئلہ وہی بتائے جو ساری امت بتاتی ہو وہ ایسے شخص سے یقیناً بہت بہتر ہے جس کا مطالعہ تو بڑا وسیع ہو مگر مسائل ایسے بتائے کہ امت سے جوڑنے کی بجائے امت سے بدگمان کردیں۔ ایسے لوگوں سے بچانے کے لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''**سیکون فی آخر أمتی أناس یحدثونکم ما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤکم فإیاکم وإیاھم.**'' [مسلم:۹/۱]

ذیل میں عمار خان صاحب کے کلام سے تشکیک کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی مثال

مسح علی الخفین کی مشروعیت کے بارے میں روایات متواتر ہیں، کسی صحابیؓ یا کسی امام مجتہدؒ کا اِس میں اختلاف نہیں، قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں:

وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: لَيْسَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَنْ الصَّحَابَةِ اخْتِلَافٌ ؛ لِأَنَّ كُلَّ مَنْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْهُمْ إنْكَارُهُ ، فَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ إثْبَاتُهُ ...... قَالَ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ وَقَدْ رَوَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ خَلَائِقُ لَا يُحْصَوْنَ مِنْ الصَّحَابَةِ ، قَالَ الْحَسَنُ: حَدَّثَنِي سَبْعُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ ـ أَخْرَجَهُ عَنْهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ: وَقَدْ صَرَّحَ جَمْعٌ مِنْ الْحُفَّاظِ بِأَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مُتَوَاتِرٌ وَجَمَعَ بَعْضُهُمْ رُوَاتَهُ فَجَاوَزُوا الثَّمَانِينَ مِنْهُمْ الْعَشَرَةُ. [نیل الأوطار:۱/۱۷۶]

لیکن محمد عمار صاحب اِس کو مشکوک کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''ابن عباس رضی اللہ عنہما اِس کے جواز کے قائل نہیں تھے اور اُن کا اِصرار تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا موزوں پر مسح کرنا سورۂ مائدہ میں وضو کی آیت نازل ہونے سے پہلے کا عمل تھا'' پھر اس بارے میں المعجم الکبیر للطبرانی سے ایک روایت دیتے ہیں جس میں ہے کہ: بخدا آپ نے سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد مسح نہیں کیا۔'' [حدود وتعزیرات چند اہم مباحث:۱۶۷]

الجواب:

[۱]......حضرت جریرؓ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد بھی موزوں پر مسح کیا کرتے تھے، چنانچہ بخاری:۱/۵۶ میں ہے: عن جریر أنه بال ثم توضأ

ومسح على خفيه ثم قام فصلى فسئل فقال رأيت النبى ﷺ صنع مثل هذا قال إبراهيم: فكان يعجبهم لأن جريرا كان من آخر من أسلم.

مسلم:۱/۱۳۲،۱۳۳میں ہے:

”عن الأعمش عن إبراهيم عن همام قال بال جرير ثم توضأ ومسح على خفيه فقيل أتفعل هذا ؟ فقال نعم رأيت رسول الله ﷺ بال ثم توضأ ومسح على خفيه قال الأعمش قال إبراهيم كان يعجبهم هذا الحديث لأن إسلام جرير كان بعد نزول المائدة.“

قاضی شوکانی اِس کونقل کر کے لکھتے ہیں:

”ورواه أبوداود وزاد فقال جرير لما سئل هل كان ذلك قبل المائدة أو بعدها ما أسلمت إلا بعد المائدة. [دیکھئے ابوداود:۱/۳۱]،وكذلك رواه الترمذى من طريق شهر بن حوشب قال: فقلت له أقبل المائدة أم بعدها فقال جرير: ما أسلمت إلا بعد المائدة ،[دیکھئے ترمذی:۱/۱۴]وعند الطبرانى من رواية محمد بن سيرين عن جرير أنه كان فى حجة الوداع قال الترمذى: هذا حديث مفسر لأن بعض من أنكر المسح على الخفين تأول مسح النبى ﷺ على الخفين أنه كان قبل نزول آية الوضوء التى فى المائدة فيكون منسوخا.“

[نیل الاوطار:۱/۱۷۶]

[۲]......حضرت ابن عباسؓ دیگر صحابہ کرام کی طرح مسح علی الخفین کے قائل تھے اور اگر آپ نے انکار کیا تھا تو بعد میں اس سے رجوع کر لیا تھا، چنانچہ شیخ دکتور محمد عباس قلعہ جی فرماتے ہیں کہ: ابن ابی شیبہ: ۱/۳۱۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مسح علی الخفین کی مشروعیت کے منکر ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ وہ اس کے جواز کے قائل تھے۔ چنانچہ عطا کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ مسح علی الخفین کا طریقہ بھی منقول ہے اور یہ کہ موزے پاکی کی حالت میں پہنے ہوں نیز مدت کہ مقیم ایک دن ایک رات مسح کر سکتا ہے اور مسافر تین دن تین رات۔ دکتور محمد عباس صاحب نے اس بارے میں جو حوالے پیش کئے وہ یہ ہیں: عبدالرزاق: ۱/۱۹۸، ۲۰۸، کنزالعمال: ۹/۶۱۷، ۶۱۹، سنن بیہقی: ۱/۲۷۳، ۲۷۷، ابن ابی شیبہ: ۱/۲۹، المحلی: ۲/۶۱، ۸۸، أحكام القرآن للجصاص :۲/۳۴۸، المغنی: ۱/۲۸۶، المجموع: ۱/۵۲۱ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے موسوعۃ فقہ ابن عباس: ۱/۴۴۲ تا ۴۴۴، مجمع الزوائد: ۱/۲۵۷، ۲۵۹)

امام بیہقیؒ سنن کبری: ۱/۲۷۳ میں مسح علی الخفین کی بابت حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

للمسافر ثلاثة أيام ولياليهن وللمقيم يوم وليلة. پھر فرماتے ہیں: وھذا إسناد صحيح. نیز فرماتے ہیں کہ: ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ پہلے وہی کچھ کہتے ہوں جو عکرمہ نے روایت کیا یعنی مسح علی الخفین کی ممانعت پھر جب ان کو تحقیق ہوگئی کہ نبی ﷺ نے سورۃ المائدۃ کے نزول کے بعد مسح کیا تو انہوں نے وہ کہا جو عطا نے بیان کیا یعنی مسح علی الخفین کی اجازت۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے موسوعۃ فقہ ابن عباس: ۴۴۲/۱ تا ۴۴۴، مجمع الزوائد: ۲۵۷/۱، ۲۵۹)

اب آپ خود سوچیں کہ اجماع امت کے مقابلہ میں حضرت ابن عباسؓ کے شاذ قول کو پیش کرنے کا کیا مطلب؟ اس کا مطلب اور کیا ہے کہ لوگ اسلام کی حقانیت کے بارے میں وساوس کا شکار ہو جائیں۔ اور سمجھیں کہ اسلام کا کوئی مسئلہ پکا نہیں علماء ایسے ہی لگے رہتے ہیں۔ پھر اس قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ مولوی اکٹھے نہیں ہوتے اور جس مسئلہ میں مولوی اکٹھے ہوتے ہیں وہاں اکٹھا رہنے نہیں دیتے نئی نئی آراء پیش کر کے امت میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

دوسری مثال

مرتد اگر توبہ نہ کرے تو شریعت محمدیہ میں اُس کی سزا قتل ہے۔ عمار خان صاحب کہتے ہیں: ''مولانا مودودی نے بھی یہ بات لکھی ہے۔'' پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مولانا نے اِس اعتراض کا بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا کہ اسلام اگر اپنے پیروکاروں کو تبدیلی مذہب پر سزائے موت دیتا ہے تو دوسرے مذاہب کو اِس کا حق کیوں نہیں دیتا اور اِس پر اُن کی مذمت کیوں کرتا ہے؟ مولانا نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ اسلام چونکہ اپنے آپ کو حق اور دوسرے مذاہب کو باطل قرار دیتا ہے اِس لئے وہ اپنے دعوے کی رو سے دوسرے مذاہب کے لئے یہ حق تسلیم نہیں کرسکتا۔ مولانا اِسی بنیاد پر اجتماعی نظم کی حفاظت کا یہ حق صرف صالح نظام کے لئے تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ اصل سوال کا جواب نہیں۔ اِس لئے کہ اگر تو قانون کی توجیہ عمومی عقلی واخلاقی اصولوں پر کی جارہی ہے جیسا کہ مولانا کا دعویٰ ہے تو پھر ہر مذہب کے پیروکار اپنے مذہب کو حق سمجھ کر ہی پیروی کرتے ہیں۔ الخ [حدود وتعزیرات: ۲۱۴، ۲۱۵]

اقول:

سیدھی سادی بات ہے کہ جو شخص فوج میں بھرتی نہیں وہ جہاں چاہے جائے فوج کو اُس سے کوئی غرض نہیں لیکن جو شخص ایک مرتبہ بھرتی ہوگیا اب فوج کی مرضی کے بغیر کہیں آمد ورفت نہیں کرسکتا، اگر بھرتی ہونے کے بعد انسان فوجی قوانین کی پاسداری نہ کرے تو بسا اوقات اُسے قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح

جو شخص اسلام میں داخل ہو گیا اسلام برداشت نہیں کرتا کہ اب وہ کسی اور مذہب کو اپنائے تو یہ ارتداد کی سزا اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ دوسرے مذاہب میں ایسی سزا کا نہ ہونا اُن کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ یا یوں کہو کہ پہلے ادیان منسوخ ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی اور نبی کو آنا نہیں اِس لئے اسلام کو ترک کر کے کسی اور دین کو اختیار کرنے کی اجازت بھی نہیں۔ تو پہلے ادیان میں ایسی سزا شاید اِس لئے نہیں کہ ان کو منسوخ ہونا تھا۔

مودودی صاحب اگر ایک مسئلہ کی صحیح توجیہ نہ کر سکے تو محمد عمار صاحب کو چاہئے تھا کہ اُن کی رائے پیش نہ کرتے اور اگر پیش کر دی تھی تو اشکال کا جواب بھی دے دیتے، مگر محمد عمار صاحب تو دوسرے مذاہب کو بھی ایسے قانون کا حق دے رہے ہیں، گویا اِس طرح محمد عمار صاحب غیر مسلم ممالک سے کہہ رہے ہیں کہ تم لوگ اسلام قبول کرنے والوں کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بتاؤ ایسے شخص کو اسلام کا محقق سمجھیں؟ کوئی شخص ایسے آدمی کو اسلام اور مسلمانوں کا غدار کہہ دے تو ہم عمار خان صاحب کے بارے میں اسے کس طرح مطمئن کریں؟ (جاری۔۔۔)

☆☆☆☆

وفیات

......مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کے برادرِ نسبتیؒ بمع اہلیہؒ یکے بعد دیگرے [گکھڑ]

......قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے رفیق صوفی منظور حسین صاحبؒ [سانگ، چکوال]

......حضرت قائد اہل سنتؒ کی بھانجی کے بیٹے، جناب اعجاز صاحب کے بہنوئی محمد حفیظ صاحبؒ [پادشاہان]

......جامعہ قاسمیہ [لاہور] کے استاذ حضرت مولانا طاہر محمود صاحب کی اہلیہ محترمہؒ

......جامعہ قاسمیہ [لاہور] کے درجہ اولیٰ کے طالب علم شہریار اور اُن کی ہمشیرہ صاحبہؒ

......مولانا ابوبکر مولانا عثمان کے دادا اور عبدالحمید صاحب [پنج گرائیں ضلع بھکر] کے والد محترمؒ

......حضرت مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی صاحب مدظلہ [مانسہرہ] کے والد محترمؒ

......جناب ظہیر احمد ظہیر [چکوال] کے دادا محترمؒ......مولانا عبدالرؤف نعمانی مدظلہ [لاہور] کے بہنوئی

......جامعہ اشرفیہ [لاہور] کے استاذ حضرت مولانا وکیل احمد شیروانیؒ

......محترم جناب جمشید صاحب [لاہور] کی والدہ ماجدہؒ

......مولانا سمیع الحق صاحب [ہری پور] کے والد محترم جناب حافظ الیاس صاحبؒ

......جامعہ محمدیہ [چوبرجی، لاہور] کے مہتمم حضرت حافظ یوسف صاحبؒ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

وحدۃ الوجود اور غیر مقلدیت

قسط:۳

زبیر علی زئی:

۳: ''پے در پے شکستوں سے دوچار''!!!

یہ دعوی حقیقت کے سراسر خلاف[۲۷۱] ہے، مثلاً کوہاٹ[۲۷۲] والے مناظرے میں راقم الحروف نے وتعاونوا علی البر والتقوی[۲۷۳] کے اصول پر طالب الرحمٰن صاحب[۲۷۴] کی معاونت کی تھی، جب کہ مدمقابل ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب تھے اور مناظرے کے اختتام پر سلطان نامی دیوبندی نے اہل حدیث ہونے[۲۷۵] کا اعلان کر دیا تھا۔

۴: اہل حدیث نے وحدت الوجود کو کفریہ عقیدہ[۲۷۶] قرار دیا ہے۔ (مفہوم)

عرض ہے کہ ملا علی قاری[۲۷۷] (حنفی) نے بھی ''الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود'' کے نام سے اس باطل عقیدے کے رد میں ایک کتاب[۲۷۸] لکھی ہے، جو دار المامون للتراث دمشق (شام) سے شائع شدہ ہے۔

تنبیہ: مروّجہ[۲۷۹] وحدت الوجود کا عقیدہ قرآن وحدیث کے سراسر خلاف بلکہ کفر و باطل ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھئے میری کتاب: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم''[۲۸۰] اور ماہنامہ[۲۸۱] الحدیث: ۵۴

الجواب:

۲۷۱

یہ دعوی خلافِ حقیقت نہیں، بلکہ اس قدر حقیقت پر مبنی ہے کہ اس کا غیر مقلدین کو بھی اعتراف ہے۔

محمد اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد (سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان) لکھتے ہیں:

''علماء دیو بند کو اُن کی علمی خدمات نے اتنا اونچا کیا ہے جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش کر دیا۔'' [نتائج التقلید: ق]

ایم حسن محمد صاحب غیر مقلد نے سابق دیوبندی ہونے کا دعوی کیا اور اپنے دیوبندی دور کے ایک مناظرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

''حافظ عبد السلام بھٹوی، حافظ عبد المنان شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ آف رڑیالہ اور مولانا محمد اشرف سلیم آف قلعہ دیدار سنگھ بسلسلہ مسئلہ رفع الیدین تشریف لائے۔ تحریری مناظرہ طے پایا۔ علماء اہل حدیث کی طرف سے مولانا محمد اشرف سلیم صاحب نے تحریری مناظرہ کی ذمہ داری اٹھائی، تیرہ ماہ تک مناظرہ چلتا رہا۔

مولانا ممدوح کا رقعہ آتا، میں جواب بھیج دیتا۔ بار بار تیرہ مہینے تک سلسلہ جاری رہا۔ آخر اہل حدیث میدان چھوڑ گئے۔'' [ہم اہل حدیث کیوں ہوئے؟:۳۰۹]

غیر مقلدین میدان چھوڑ گئے پھر مسلک تبدیل کیوں؟ اس کا جواب حصاروی صاحب کی زبانی آگے حاشیہ:۵۷۲ میں آرہا ہے۔

علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد کا مولانا عبدالعزیز صاحب (گوجرانوالہ) کے ساتھ صحیح مسلم کی ایک حدیث: اذاقرأ فانصتوا کے حوالہ سے تحریری مناظرہ ہوا فریقین کی طرف سے علامہ سید سلیمان ندوی صاحب کو منصف قرار دیا گیا۔ ندوی صاحب نے مولانا عبدالعزیز صاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس مناظرہ کی روئیداد ''کیفیت مناظرہ تحریری'' عنوان سے شائع ہے۔

عنایت اللہ اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء میں ایک دیوبندی خیال کے مولوی [عبدالعزیز (ناقل)] صاحب کے بالمقابل حدیث ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں و اذاقرأ فانصتوا کا مولانا [ثناء اللہ امرتسری (ناقل)] موصوف نے صاف طور پر انکار کر دیا کہ ''صحیح مسلم میں درج نہیں'' حالانکہ صحیح مسلم میں صاف موجود ہے اور جس حدیث میں و إذاقرأ فانصتوا کو امام مسلم نے صحیح قرار دے کر بھی درج نہیں فرمایا وہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ میں نے اس پر بھی موصوف [ثناء اللہ امرتسری (ناقل)] کو ایک نہایت مفصل عریضہ کے ذریعہ اُسی وقت توجہ دلائی جس کا جواب بھی موصوف کی طرف سے بصورت شکریہ موصول ہوا مگر چونکہ تیر نکل چکا تھا اس لئے وہی ہوا جس کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ [یعنی دیوبندیوں کی جیت اور غیر مقلدین کی ہار کا اعلان ہوگیا۔ (ناقل)] محترم مولانا صاحب چونکہ اخباری مشاغل اور مناظرانہ استحضار کی وجہ سے تدریس حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اس لئے مخارج حدیث میں موصوف کی نظر وسیع نہیں ہوسکی۔'' [البیان المستطاب :۳۸ مشمولہ مجموعہ رسائل اثری ۱/۲۸۴]

پھر وقت آیا اسی حدیث مسلم ''إذاقرأ فانصتوا'' کی صحت پر بحث کا تو حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''احسن الکلام'' میں اس کی صحت کو ثابت کیا اور کہا: اگر آپ ووٹوں کی دنیا میں آتے ہیں تو اس حدیث کو صحیح قرار دینے والے زیادہ ہیں۔ حضرت کے الفاظ یہ ہیں:

''اگر محض مردم شماری سے مبارک پوری صاحب میدان جیتنا چاہتے ہیں تو اس میں بھی ان کی شکست یقینی ہے۔'' [احسن الکلام:۲۵۹]

اس پر ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے کہا:

''ووٹوں کی دنیا میں جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض ووٹوں میں دھاندلی کا نتیجہ ہے۔''

[توضیح الکلام طبع جدید: ۲۷۶]

مگر اللہ کی قدرت کہ خود غیر مقلدین کے مصنف علی زئی صاحب نے اس حدیث کی صحت پر ایک مستقل مفصل مضمون لکھ کر اعلان کر دیا کہ یہ حدیث جمہور کے نزدیک صحیح ہے۔ [علمی مقالات جلد دوم]

یعنی دوبارہ ووٹنگ ہوئی اور گنتی سمیت ووٹوں کی ساری کاروائی غیر مقلدین کے ہی نمائندہ علی زئی صاحب نے کی، وہاں کوئی دیوبندی موجود نہ تھا جس پر دھاندلی کا الزام جڑ دیا جائے۔ جب علی زئی صاحب نے نئی ووٹنگ میں اس حدیث کو صحیح قرار دے دیا ہے تو اسے میں اپنی تعبیر میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ فریقِ مخالف کے نمائندہ نے نام لیے بغیر اثری وغیرہ غیر مقلدین کی شکست کا اور دیوبندیوں کی جیت کا کھلے لفظوں میں اعلان کر دیا۔

چند سال پہلے بہاول پور میں مسئلہ رفع یدین کے موضوع پر طالب الرحمٰن کے استاد پروفیسر عبداللہ بہاول پوری کے بیٹے عبدالمنان صاحب سے مناظرہ ہوا۔ جس میں دیوبندیوں کی طرف سے مناظر مولانا شہباز باجوہ صاحب تھے، صدارت مولانا عبداللہ وڑائچ صاحب کی تھی۔ جب کہ معاونت کے لیے میرا اور مولانا عبدالغفار ذہبی صاحب کا نام پیش ہوا۔ اس مناظرہ میں غیر مقلد مناظر عبدالمنان صاحب کو عبرت ناک شکست ہوئی، یہاں تک کہ تین گھنٹے کی پسپائی کے بعد وہ دورانِ مناظرہ ہی کتابیں وہیں پہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کا بھاگ جانا شاید غیر مقلدین نہ مانتے مگر اللہ کی قدرت کہ مناظرہ ویڈیو ہے اور وہ دیکھنے والوں کو بھاگتے ہوئے صاف نظر آتا ہے۔ مووی نے ہمیشہ کے لیے غیر مقلدین کی اس شکست کو محفوظ کر لیا جو چاہے اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ کر سکتا ہے، یہ مناظرہ نیٹ پر بھی موجود ہے۔

غیر مقلدین سالہا سال تک کہتے رہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی والے کی نماز نہیں ہوتی یہاں تک کہ فتاوی میں یہ لکھ دیا کہ:

''رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بامر اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کو فرمایا میرے پیچھے سورۂ فاتحہ ضرور پڑھا کرو ورنہ تمہاری نماز باطل ہو جائے گی۔'' [فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۸۹]

لیکن جب اس حوالہ سے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے ''احسن الکلام'' کتاب لکھی تو غیر مقلدین کے نامی گرامی علماء نے مان لیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والی کی نماز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے پس

جوشخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری، اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔'' [خیر الکلام:۳۳]

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، الامام، الثقہ، المتقن، الحجہ، المحدث، الاصولی، محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ۔'' [فاتحہ خلف الامام:۱۱]

ارشادالحق اثری صاحب غیر مقلد نے مذکورہ عبارت کو نقل کر کے اس سے اتفاق کیا ہے۔[توضیح الکلام:۴۵]

بلکہ اثری صاحب نے بقلمِ خود لکھا:

''امام بخاریؒ سے لے کر دورِ قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعوی نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے اور وہ بے نماز ہے وغیرہ۔ اس لئے اگر آج بعض حضرات نے جو قدم اُٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا۔ پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا۔'' [توضیح الکلام:۴۳]

اس عبارت کو طبع جدید میں بھی باقی رکھا گیا ہے۔ دیکھئے [توضیح الکلام طبع جدید:۱۷]

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ کی لاجواب کتاب ''توضیح الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام''
[نورالعینین:۴۷]

اثری صاحب نے اپنی جماعت کے ان سب لوگوں کو غیر ذمہ دار قرار دے دیا ہے جو کہتے ہیں امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے۔

۲۷۲

مولانا امین اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ کا کوہاٹ میں ایک مناظرہ عبدالعزیز نورستانی صاحب غیر مقلد سے ''مکمل نماز'' کے موضوع پر ہوا، یہ مناظرہ بہت دلچسپ رہا۔ شائقین حضرات اسے ''فتوحات صفدر'' میں پڑھ سکتے ہیں اور اس کی کیسٹیں مل جائیں تو اسے سُن بھی سکتے ہیں۔ حضرت اوکاڑوی صاحب اس مناظرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

الحمدللہ اس مناظرہ کا اثر ملک گیر رہا۔ پورے ملک میں غیر مقلدین نے کان پکڑ پکڑ کر توبہ کی کہ آئندہ کبھی ہم اس بات پر مناظرہ نہیں کریں گے کہ اپنی مکمل نماز کی ترتیب و تفصیل قرآن وحدیث سے ثابت

کریں۔ اس کے بعد لاہور، اوکاڑہ، گوجرانوالہ، وہاڑی، مظفر گڑھ، جہلم، گجرات وغیرہ مختلف شہروں میں اہل السنّت والجماعت نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنی نماز مکمل ترتیب و تفصیل سے ثابت کریں مگر زمین جُنبد نہ جُنبد نورستانی والا معاملہ۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۴۴۱/۳]

علی زئی صاحب نے مناظرہ کا موضوع نہیں بتایا اگر یہ مناظرہ مسئلہ تقلید پر ہوا ہے تو اس میں نورستانی صاحب بھی موجود تھے اور اس کی روئیداد اوکاڑوی صاحب نے اپنے ایک مضمون ''مناظرہ کوہاٹ کی جھلکیاں'' میں بیان فرما دی ہے۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

''الحاصل! کوہاٹ کے اس مناظرہ میں اہل السنّت والجماعت کو اللہ تعالیٰ نے نمایاں کامیابی عطا فرمائی جب کہ غیر مقلدین اپنے دعویٰ کہ مجتہد کی تقلید شخصی شرک ہے اس کو ثابت کرنے میں سو فیصد ناکام رہے۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۴۶۷/۳]

۲۷۳

بندہ نے بھی تعاونوا علی البر والتقوی کے پیشِ نظر مناظرہ بہاول پور میں معاونت کی خدمت قبول کی تھی اور اس مناظرہ میں شکست غیر مقلدین کا مقدر بنی جیسا کہ اوپر حاشیہ ۲۷۱ میں بیان ہوا، والحمد للہ۔

۲۷۴

طالب الرحمٰن صاحب غیر مقلدین میں بہت بڑے مناظر شمار ہوتے ہیں، مگر ان کی علمی استعداد کیسی تھی؟ اس کا اندازہ اِس سے لگائیں کہ اُن کا ایک مناظرہ حنیف قریشی سے ہوا، اُس میں عبارت پڑھتے ہوئے لفظ ''احمد'' کو دال کی تنوین کے ساتھ پڑھا۔ حالانکہ ثانیہ جماعت کے طلباء بھی جانتے ہوں گے کہ لفظ ''احمد'' غیر منصرف ہے، اس پر تنوین نہیں آتی۔

طالب الرحمٰن کے مناظروں میں ایک مناظرہ اپنے ہی غیر مقلد شاہ محمد صاحب سے تعویذ کے جواز پر ہوا ہے جو شائع شدہ ہے، اس میں انہوں نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے وسیلہ سے دعا یا تعویذ کرنا نہ شرک ہے اور نہ ہی بدعت۔

بلکہ طالب الرحمٰن صاحب نے تعویذات کے جواز پر الگ سے مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو دونوں کتابوں کے مندرجات کی کچھ جھلکیاں آئندہ کبھی کسی رسالہ میں منظر عام پہ لائیں گے۔

۲۷۵

(الف)......عبدالقادر حصاروی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہمارا تجربہ ہے کہ بعض لوگ کسی لالچ سے اہل حدیث ہوئے۔'' [معیارِ صداقت: ۲۷]

لالچ کی وضاحت کردی جاتی تو اچھا ہوتا کہ لالچ عورت ہے، مال ہے یا دونوں؟ یعنی چھوکری بھی اور نوکری بھی؟ یا کچھ اور؟ بہر حال جو بھی ہو اس کی تعیین نہ کرنا تشنگانِ تحقیق کے لیے باعثِ حسرت رہے گا۔

(ب)......علی زئی صاحب نے جو سلطان نامی شخص کے مسلک کی تبدیلی کا تذکرہ کیا ہے، اس پر کسی غیر جانب دار شخصیت کا حوالہ نہیں دیا۔ جب کہ اس کے بالمقابل غیر مقلدین کے شکست خوردہ ہونے پر ہم نے خود ان کے اپنے علماء کی عبارتیں حاشیہ ۲۷۱ میں درج کردی ہیں، والحمدللہ۔

اگر کسی غیر جانب دار شخصیت کا حوالہ کہیں سے مل بھی جائے تو اس کا جواب خود علی زئی صاحب نے کئی سال پہلے درج ذیل الفاظ میں لکھ دیا ہے:

''میرے نزدیک اگر کوئی دیوبندی وغیرہ اہل حدیث ہو جائے تو صرف یہ ہو جانا مسلک اہل حدیث کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔'' [علمی مقالات:۱/۵۹۹]

(ج)......اہل حدیث کہلوانے والے دوسرے احباب اگر علی زئی صاحب کے اِس جواب کو کافی نہ سمجھیں تو ان سے ہمارا سوال ہے کہ جو غیر مقلدین اپنا مسلک چھوڑ کر دوسرے فرقوں مثلاً مرزائیوں میں شامل ہو گئے کیا ان کا مرزائی ہو جانا مرزائیوں کے حق ہونے کی دلیل ہے؟

اہل حدیث کہلوانے والوں کے جو افراد مرزائی وغیرہ ہوئے ہیں ان کا ثبوت غیر مقلدین کی گواہیوں سے بندہ نے اپنی کتاب ''احادیثِ بخاری اور غیر مقلدین'' میں درج کر دیا ہے، اسے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک عبارت یہاں نقل کرتا ہوں۔ محمد حسین بٹالوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ بلا قادیانی کے اتباع کی اکثر اسی فرقہ میں پھیلی ہے جو عامی وجاہل ہو کر مطلق تقلید کے تارک وغیر مقلد بن گئے یا ان لوگوں میں جو نیچری کہلائے جو درحقیقت اس قسم کے غیر مقلدوں کی برانچ (شاخ) ہیں۔'' [اشاعۃ السنۃ:۱۵/۱/۲۷]

۲۷۶

غیر مقلدین کے بہت سے لوگ اگرچہ وحدۃ الوجود کو کفریہ عقیدہ کہتے ہیں، مگر ان میں ایسے لوگوں کی بھی خاصی تعداد ہے جو وحدۃ الوجود کو صحیح سمجھتے ہیں یا وحدۃ الوجود کے قائلین کو مسلمان بلکہ اہل حدیث قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لئے مجلّہ ''صفدر'' کی آٹھ قسطوں میں شائع شدہ بندہ کا مضمون ''مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت'' ملاحظہ فرمائیں۔ بقدرِ ضرورت حوالہ جات ہماری اِس کتاب میں بھی آئندہ درج ہوں گے، ان شاء اللہ۔

۲۷۷

ملا علی قاری رحمہ اللہ کے ساتھ اگر چہ لفظ ''حنفی'' مذکور ہے مگر علی زئی صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھ رکھا ہے کہ کسی عالم کے ساتھ حنفی وغیرہ کا لاحقہ اس کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔لہٰذا یہاں بتایا جائے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ ''حنفی مقلد'' ہیں یا نہیں؟ تعیین کرنے پر ہم کچھ عرض کرسکیں گے۔

۲۷۸

متعدد غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ ''وحدۃ الوجود'' کا مسئلہ اپنی بعض تعبیرات کے ساتھ درست ہے، مثلاً ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''وحدۃ الوجود...سو اس کی تفسیر پر مدار ہے، جیسی اس کی تفسیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہوسکتی ہے۔'' [فتاویٰ ثنائیہ ۱/۲۳۴]

جب وحدۃ الوجود کی مختلف تعبیرات ہیں اور ان میں سے بعض صحیح ہیں تو ہمارے مخالف لوگ ملا علی قاری رحمہ اللہ سے اُس تعبیر کا رد پیش کریں جسے علمائے دیو بند نے بیان کیا ہے۔ اگر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے وحدۃ الوجود کی کسی اور تعبیر کا رد کیا ہے تو اس کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، خاص کر جب کہ غیر مقلدین وحدۃ الوجود کی متعدد تعبیرات کو صحیح مانتے ہیں جیسا کہ امرتسری صاحب کا حوالہ اوپر گزرا اور مزید حوالہ جات آئندہ بیان ہوں گے، ان شاء اللہ۔

۲۷۹

مروجہ کا مطلب ہے رائج شدہ۔ علی زئی صاحب نے یہ نہیں واضح کیا کہ جس ''وحدۃ الوجود'' کو انہوں نے کفریہ عقیدہ کہا ہے وہ غیر مقلدوں میں رائج شدہ ''وحدۃ الوجود'' ہے یا کوئی اور؟ اگر غیر مقلدین میں رائج شدہ ''وحدۃ الوجود'' کفریہ ہے تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔ اگر وہ علمائے دیو بندہ کی بیان کردہ تعبیر کے ساتھ ''وحدۃ الوجود'' کو کفریہ کہتے ہیں تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

یہاں یہ بھی جان لیں کہ وحدۃ الوجود کی جو تعبیر ہم نے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہ کی زبانی ''فتاویٰ عثمانی'' سے پیچھے ایک جگہ نقل کی ہے۔ یہ تعبیر و تعریف علی زئی صاحب کے سامنے بھی آئی ہے، وہ اسے نہ صرف یہ کہ کفریہ نہیں کہہ سکے بلکہ اس پر گمراہی یا بدعت کا فتویٰ بھی نہیں لگا سکے۔ [علمی مقالات]

۲۸۰

علی زئی صاحب کے اِس رسالہ کا جواب اُن کی زندگی ہی میں حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب دام ظلہ نے دے دیا تھا جو ''علمائے دیو بند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات'' نام سے شائع ہے۔ کتاب کے نئے ایڈیشن میں ''حرفِ اولین'' کے تحت الحسینی صاحب لکھتے ہیں:

''زبیر علی زئی کی تمام چیلنج بازی رک گئی اور ان کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ چنانچہ وہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد تقریباً پانچ سال زندہ رہے اور اِس کثیر عرصہ میں وہ نہ تو علمائے دیوبند کے عقائد پر دوبارہ لب کشائی کی کوئی جرأت کر سکے اور نہ ہی ہماری کتاب کا جواب دے سکے۔ البتہ انہوں نے اپنے حواریوں کو تسلی دینے کے لیے اِس کتاب کے خلاف ایک مختصر سا مضمون لکھا...اس مضمون کی بھی ہر ہر سطر سے ان کی بے بسی اور ناکامی نمایاں نظر آتی ہے، چنانچہ اس مضمون میں انہوں نے دیگر (آٹھ، دس) مسائل کو تو چھیڑا بھی نہیں، صرف ایک مسئلہ ''وحدۃ الوجود'' کا جواب الجواب دینے کی کوشش کی ہے اور اس میں بھی وہ بُری طرح ناکام ہوئے ہیں اور ہمارے دلائل کے مقابلے میں ان کی بوکھلاہٹ کا اندازہ اِس سے لگائیں کہ وہ اس مضمون میں ''وحدۃ الوجود'' سے متعلق اپنے سابقہ موقف کو بھی بھول گئے، وہ کل تک تو یہ باور کرا رہے تھے کہ: علمائے دیوبند، ابن عربی والے وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ [ماہنامہ الحدیث: ش۴۹، ص۲۶]

لیکن جب ہم نے اس کے جواب میں نامور غیر مقلد عالم مولانا عبداللہ روپڑی کے حوالے سے وحدۃ الوجود کے متعلق ابن عربی کے موقف کو درست ثابت کر دیا تو علی زئی نے اپنے سابقہ موقف کے بالمقابل یہ راگ الاپ دیا کہ:

''روپڑی صاحب، ابن عربی والے جس وحدۃ الوجود کو درست قرار دے رہے ہیں وہ وہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔ [الحدیث: ش۵۴، ص۲۹]

اندازہ کریں، علی زئی بوکھلاہٹ میں کس طرح قلابازیاں کھا رہے ہیں۔ [الزامات کے جوابات: ۱۴؍۲۸۱]

بندہ نے علی زئی صاحب کے ''وحدۃ الوجود'' پر الحدیث وغیرہ میں لکھے گئے تمام مضامین پڑھے ہیں ان سب میں وہ علماء دیوبند کی بیان کردہ ''وحدۃ الوجود'' تعبیر کو کفریہ ثابت کرنے سے عاجز رہے ہیں، جسے علی زئی صاحب کی تحریریں دستیاب نہ ہوسکیں وہ حضرت مولانا حافظ ظہور احمد حسینی صاحب دام ظلہ کی کتاب ''علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات'' کا مطالعہ کر کے حقیقت جان سکتے ہیں۔

(جاری۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

توجہ فرمائیں!

پہلے بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ مجلّہ ''صفدر'' میں تبصرہ وتعارف بوجوہ موقوف ہے۔ لہٰذا رابطہ کیے بغیر تبصرے کے لیے کوئی بھی کتاب ارسال نہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی قسط:۷

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی خدمت میں!

حافظ ابو یعلیٰؒ (متوفی ۳۰۷ھ) سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجتبه.''[مسند ابو یعلیٰ: ۱۰۱/۴]

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، حضرت عیسیٰ بن مریمؑ ضرور نازل ہوں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر آ کر مجھ سے مخاطب ہوں تو میں انہیں جواب بھی دوں گا۔

یہ اور مزید لاتعداد احادیث اس امر پر دلیل ہیں کہ بعد از وفات برزخی حیات میں سماع عند القبر خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے، لہٰذا مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کا یہ کہنا کہ ''برزخی حیات سے یہ کیونکر متفرع ہوسکتا ہے کہ اس تعلق کی بناء پر آپ ﷺ روضہ انور پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔'' بالکل غلط اور بعید از علم وفہم اعتراض ہے۔ غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کی حیات وسماع فی القبر پر پوری امت کے علماء کا اجماع ہے' جیسا کہ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (متوفی ۹۰۴ھ) نے اپنی کتاب ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ'' میں اس پر مفصل بحث کرنے کے بعد ''والإجماع علیٰ هذا'' لکھا ہے، یہ کتاب اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور اب تو ''شیخ محمد بن عوامہ'' کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ یہ کتاب ''دارالیسر'' مدینہ منورہ سے بھی شائع ہوچکی ہے۔

مولانا یوسف صاحب کی سبقتِ قلمی

مولانا صاحب نے جوش میں آ کر جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

''حضور اکرم ﷺ بھی نص قرآنی کے مطابق وفات پا چکے ہیں اور صحابہ نے عام انسانوں کی طرح آپ ﷺ کو بھی لحد مبارک میں دفنایا ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی صحابی نے آپ ﷺ کی قبر پر جا کر آپ سے توسل یا استشفاع نہیں کیا۔''

یہ محض وہم اور غیر معیاری ارشاد ہے۔ کیونکہ آج تک کسی مسلمان نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کا انکار نہیں کیا۔ نصّ قرآنی کے مطابق وفاتِ رسول سے آپ کی مراد اگر تو ''اطلاعِ وفات'' ہے تو درست ہے،

اور اگر اس سے آپ کی مراد ''وقوعِ وفات'' ہے تو یہ تجاہل عارفانہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ ارشاد تو صریح ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر باقی انسانوں کی طرح وفات آئے گی، مگر یہ کہیں نہیں ہے کہ وفات ہو چکی۔ اور نہ ہی عقلاً ایسا اعلان ہو سکتا تھا، کیونکہ امر الٰہی کے مطابق قرآن مجید آپ ﷺ کی عین حیات میں مکمل ہونا تھا۔ جب وفاتِ رسول کا کوئی منکر ہی نہیں تو اس پر خوامخواہ مغز کھپائی کرنے کی آخر کیا مجبوری ہے؟ اور یہ کہنا کہ ''صحابہ کرام ؓ نے عام انسان کی طرح آپ ﷺ کو لحد میں اتارا'' یہ بھی غلط ہے۔ وفات سے لے کر تجہیز و تکفین اور تدفین تک خصوصیت نبوت کارفرما رہی۔ اور آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کا غسل، کفن، نماز جناہ وغیرہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہوا۔ اس کی تفصیل کتب سیر میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ خصوصاً سیرتِ حلبیہ، المواهب اللدنيه اور وقفات تربويه مع السيرة النبوية لاحمد فرید مطبوعہ دارِ طیبہ سعودی عرب' ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

آپ ﷺ کو لباس مبارک اتارے بغیر غسل دیا گیا، اور جہاں وفات ہوئی اُسی جگہ بستر ہٹا کر حضرت طلحہ ؓ نے قبر مبارک کھودی اور پھر یہی سیدہ عائشہ ؓ کا حجرہ مسجد کے اندر شامل ہوا جس میں روضۂ اطہر ہے، پھر آپ ﷺ کا جنازہ بصورتِ جماعت نہیں ہوا۔ بلکہ صحابہ کرام ؓ باری باری تشریف لاتے اور صلوۃ و سلام پڑھ کر باہر نکل جاتے، یہی آپ ﷺ کا جنازہ تھا۔ بنا بریں یہ کہنا کہ حضور اکرم ﷺ کی تدفین وغیرہ عام انسانوں کی طرح ہوئی، سبقت قلمی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ رہا استشفاع عند القبر کا مسئلہ! تو وہ بھی صحابہ کرام ؓ سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ سید سمہودی ؒ اپنی کتاب ''وفاء الوفاء'' میں لکھتے ہیں:

''وقد يكون التوسل به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد الوفاة ، لمعنى طلب أن يدعو كما كان فى حياته وذلك فيما روى البهيقیؒ من طريق الأعمش عن أبى صالح عن مالك الدارؓ وروه ابن أبى شيبة بسند صحيح عن مالك الدارؓ قال أصاب الناس قحط فى زمان عمر بن الخطابؓ فجاء رجل إلىٰ قبر النبى ﷺ فقال: يا رسول الله استسق الله تعالىٰ لأمتك فإنهم قد هلكو، فأتاه رسول الله ﷺ فى المنام فقال: ائت عمرؓ فاقراه السلام واخيرة انهم مسقون اقل له عليك الكيس الكيس فأتى الرجل عمرؓ فأخبره فبكىٰ عمرؓ ثم قام يارب ماالوالاما عجزت عنه ورى سيف فى المفتوح ان الذى راى المنام المذكوربلال بن الحارث المزنى أحد الصحابةؓ، ومحل الاستشهاد طلب الاستسقا ء منته ﷺ وهو فى البرزخ وعائة لربه فى هذه الحالة غير ممتنع و علمه بسوال من يسئاله قدروو فلامانع من سوال الاستسقاء وغيره منه كما كان فى الدينا. [وفاء الوفاء: ۲/۲۶۴]

ترجمہ: اور حضور اقدس ﷺ کی رحلت کے بعد توسل کا مطلب طلبِ دعا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی میں تھا اور جیسا کہ امام بیہقی ؒ نے بطریق ''اعمش عن ابی صالح عن مالک الدار'' روایت نقل

کی ہے اور ابن ابی شیبہؒ نے اس کو سندِ صحیح کے ساتھ مالک الدارؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں لوگ قحط کی اذیت میں مبتلا ہو گئے تو ایک آدمی سرکار دو جہاں ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس گیا اور جا کر کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمائیں کیونکہ یہ ہلاک ہوا چاہتی ہے۔ تو اس شخص کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم عمرؓ کے پاس جاؤ، انہیں میرا اسلام کہو اور بتا دو کہ ان پر بارش کا نزول ہوگا۔ اور کہو کہ دانائی پر قائم رہے، دانائی پر قائم رہے۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت سیدنا عمرؓ کے پاس آ کر یہ پیغام پہنچایا تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا اے میرے اللہ! میں نے ماسوا عاجز کر دینے والے کام کے کسی امر میں حتی المقدور کوتاہی نہیں کی۔ علامہ سیفؒ نے اپنی کتاب ''فتوح'' میں وضاحت کی ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت بلال بن الحارث المزنیؓ تھے۔ اور محلِ استشہاد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سے طلبِ بارش کی دعا کی درخواست کی جا رہی تھی تو آپ ﷺ عالم میں برزخ میں تھے، اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کوئی بعید امر نہیں ہے۔ اور سائل کے سوال کے علم کے متعلق دلیل وارد ہوئی ہے۔ فلہٰذا حضور اکرم ﷺ سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کی درخواست میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے دنیا میں ایسا سوال کیا جاتا تھا''

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے لکھا ہے کہ: مذکورہ واقعہ علامہ علیؒ بن عبد الکافی السبکیؒ نے ''شفاء السقام'' میں اور علامہ ابن کثیرؒ نے امام بیہقیؒ کی سند کیساتھ نقل فرما کر آخر میں ''وہذا سند صحیح'' درج فرمایا ہے۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی ''فتح الباری: ۱۴۸/۳'' پر اس کی توثیق فرمائی ہے۔

[تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی 'فی البرزخ و القبور: ۳۴۸]

یہ واقعہ اہل علم کی تصریح کے مطابق آنحضرت ﷺ کے وصال سے سات، آٹھ سال بعد کا ہے، جب حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت تھا اور کثیر صحابہ کرامؓ کے وجود سے ارض الٰہی دمک رہی تھی۔ ایسے واقعات کو محض ضد وعناد کی بنیاد پر ٹھکرا دینا بہت بڑی بدنصیبی ہے۔ جیسا کہ مولانا سجاد احمد نے اپنی کتاب ''اقامۃ البرہان'' [صفحہ: ۲۸۸ پر] اور مولانا محمد حسین نیلویؒ نے ''ندائے حق'' کے صفحہ ۳۰۳ پر اسے خوابی، کشفی اور اعرابی مجہول شخص کا واقعہ قرار دے کر حضرت بلال بن حارث المزنیؓ (متوفی ۶۷ھ) جیسے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کو نشانہ تضحیک بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اصحاب رسول کی کسی بات کا مذاق اڑانا، اور اسے بطور حجت قبول نہ کرنا بہت بڑی بدبختی ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نشان نجات ہیں۔ یاد رہے کہ صحابی رسول کا روضہ اطہر پر جا کر استشفاع کرنے کا یہ واقعہ مولانا حسین علی واں بھچرویؒ نے اپنی کتاب ''تحریراتِ حدیث'' صفحہ نمبر ۲۵۵ پر بھی درج کر کے تائید وتصویب کی ہے۔ اِس لئے مولانا صلاح الدین صاحب یوسف کا یہ کہنا کہ ''کسی صحابی نے بعد از

وفاتِ رسول ﷺ روضہ اطہر پہ جا کر توسل یا استشفاع نہیں کیا'' محض کاغذی کشتی ہے۔مولانا صلاح الدین صاحب کا المیہ یہ ہے کہ وہ کسی اعتراض یا دعوے پہ کوئی دلیل نہیں دیتے۔ بس ان کا اعتراض کر دینا ہی گویا دلیل ہوتی ہے۔

حدیث ''من صلّی علی عندَ قبری'' کی صحت سے انکار:

مولانا یوسف صاحب رقم زن ہیں:

''من صلی علی عندقبری سمعته'' ضعیف ہی نہیں۔موضوع ہے،اس کی اسنادی بحث کے لئے ملاحظہ ہو۔''السلسلة الضعیفه للألباني.''[۱/۲۳۹ رقم الحدیث ۲۰۳]،اور ''تحقیقی وعلمی مقالات'' حافظ زبیر علی زئی[۱/۲۶،۲۵۔مکتبہ اسلامیہ لاہور] علاوہ ازیں اس کے لیے بھی بڑے سے بڑے عالم یا بزرگ کی کتاب یا فتویٰ یا رائے کا حوالہ کافی نہیں ہے۔ چاہے اہل حدیث کے ہاں بھی اس کی علمی حیثیت مسلّمہ ہو، کیونکہ حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ فلاں بزرگ نے اِس سے استدلال کیا یا اس کو صحیح کہا یا اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔مسلّمہ اصول حدیث کے مطابق اس کی صحت کا اثبات، پھر اس کے تواتر کا اثبات ضروری ہے۔ [ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔صفحہ نمبر ۲۶۔بابت ۳۱/ اکتوبر تا ۴ نومبر ۲۰۱۴]

تبصرہ:

مذکورہ حدیث کی صحت پر تو بعد میں ہم بحث کریں گے،ایک بار پھر جناب مولانا صاحب کا گہرا تضاد ملاحظہ ہو کہ علامہ البانی اور مولانا علی زئی کا نام خود ہی دلیل کے طور پر لاتے ہیں اور پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ ''بڑے سے بڑے بزرگ سے استدلال کافی نہیں''۔اِس تضاد نے تو مولانا صلاح الدین صاحب کی متاع تحقیق کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر رکھ دیا ہے۔اگر ہمارے قارئین اور خود مولانا صاحب برا نہ منائیں تو ان کے اعتراضات لائقِ اعتناء نہیں ہیں۔خدا جانے ''الاعتصام'' کے صفحات کو انہوں نے اپنی قلمی آنکھ مچولی کے لیے کیوں منتخب فرمایا ہے؟ وہ خود تو شاید اپنی ان باتوں کو ''کبریتِ احمر'' سمجھتے ہوں گے مگر اصول و ضوابط اور علم وتحقیق کے اعتبار سے ان کے مذکورہ ارشاد میں کوئی وزن نہیں ہے۔(جاری ہے) ☆☆

(**بقیہ**: علامہ تونسویؒ) آخر کار کل نفس ذائقة الموت کے تحت مؤرخہ ۶/ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۱/ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک رات کے ایک پہر میں اسلام کا عظیم سپاہی لاکھوں سوگوار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگیا۔عجیب اتفاق ہے جمعۃ المبارک بوقت سحر اِس دنیا میں تشریف لائے اور جمعہ کے دن ہی شام کے وقت اِس دنیا سے رخصت ہوئے۔آپ کی پوری زندگی ہمیں اتباع سنت، پیار ومحبت، دفاع صحابہ کا درس دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے مشن کے فیض سے ہمیں بھی مستفید فرمائے۔آمین۔ ☆☆☆☆

تعارفِ کتب حمزہ احسانی

تفسیر معارف الفرقان

نام کتاب: تفسیر معارف الفرقان (جلد اول)
ترجمہ: مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ
تفسیر: تلمیذِ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
صفحات: ۴۸۴ ناشر: القاسمی اکیڈمی رابطہ: **0334-3277892**

مؤلف موصوف نے خصوصیات یوں بیان کی ہیں:

۱......تفسیر کے شروع میں بصیرت افروز مقدمہ ہے جس میں کئی اُمور کا التزام کیا گیا ہے۔ مثلاً اسباب نزولِ قرآن، تشریح اصلاحِ عقائد باطلہ، قرآن کریم کے بنیادی اُصول اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے پانچ اُصولوں کی تشریح وتوضیح، تفسیر کی تعریف، غرض وغایت، طبقات مفسرین اور مکمل قرآن کریم کا اجمالی ربطِ آیات وغیرہ۔

۲......نام اور کوائف: سورۃ کا نام مکی یا مدنی ہونے کا بیان۔ ترتیب تلاوت سورۃ، ترتیب نزول، تعدادِ رکوعات وآیات وغیرہ۔

۳...... وجہ تسمیہ سورۃ، ربطِ آیات، موضوعِ سورۃ، خلاصہ سورۃ، خلاصۂ رکوع، فضائلِ سورۃ، خصوصیاتِ سورۃ، قسم السورۃ۔

۴......قرآن کریم کی آیات کی تشریح وتوضیح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اُصولِ خمسہ کے طرز پر۔

۵......شانِ نزول، آیات کی تفسیر میں مختلف اقوالِ مفسرین اور راجح قول کی نشاندہی۔

۶......مسلکِ اہلِ حق اہل السنۃ والجماعۃ کی ترجمانی۔

۷......زمانہ قدیم وجدید کے باطل نظریات کے حاملین کی قرآن وسنت اور اقوالِ فقہاء کرام کی روشنی میں ٹھوس دلائل سے تردید۔

۸......احکام شرعیہ کی مختصر، سہل انداز میں تشریح۔

۹...... ہر آیت کا''تفہیم آیت کے لیے عنوان۔جس کو ہم خلاصۂ رکوع کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

......جس مقام پر آیت کی تفسیر واضح تھی وہاں صرف عنوان قائم کیا گیا ہے، تفسیر نہیں لکھی گئی۔

مآخذ ومراجع معارف الفرقان:

تفسیر جلالین، کبیر، مظہری، بیضاوی، مدارک، خازن، روح المعانی، درِ منثور، بحر محیط، قرطبی، منیر، ابو سعود، جمل، ابن کثیر، بغوی، مواہب الرحمٰن، کشاف، اعراب القرآن الکریم وبیانہ، بیان القرآن، معارف القرآن (عثمانی وادریسی)، میرٹھی، قرآن عزیز حضرت لاہوریؒ، عثمانی، حقانی، معالم العرفان، کشف الرحمٰن، موضح القرآن، بہلوی، انوار البیان، صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث وفقہ، تصنیفات امام اہل سنتؒ، ودیگر کتب اہلِ حق، وکتب فرقِ باطلہ برائے تردید فرقِ باطلہ اوران کتب کے نام بمع نام مؤلف تفسیر میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم تفسیر''معارف الفرقان'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''برادرم مولانا عبدالقیوم صاحب قاسمی کی تفسیر''معارف الفرقان'' چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھی، الحمدللہ اسلاف کے مسلکِ حقہ کی ترجمانی اِس میں نمایاں ہے۔عقائد اہل سنت فقہی مسائل بھی موقع بہ موقع اِس سہل انداز سے ذکر کر دیئے گئے ہیں کہ عام اُردو دان بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔طلبہ اور اساتذہ کے لیے تو یہ ایک گوہر نایاب کی دریافت سے کم نہیں۔امید ہے کہ حق مسلکِ اہل سنت رکھنے والوں کے لیے یہ تفسیر اطمینان قلبی اور اہلِ زیغ کے لیے ہدایت کا سبب بنے گی۔''

مقام حیرت وتعجب:

(۱)......صاحبِ تفسیر اپنی تفسیر اور اس کی خصوصیات کے پیشِ نظر حضرت امام اہل سنتؒ کے ایک فکری ونظریاتی شاگرد معلوم ہوتے ہیں۔اِس کے باوجود اُن کا مولانا زاہدالراشدی صاحب کو''جانشین امام اہل سنت'' لکھنا نہ صرف خلافِ واقعہ ہے بلکہ صاحبِ تفسیر کی قلت معلومات پر بھی دلالت کر رہا ہے۔جس شخصیت کو حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا طرزِ عمل اِختیار کرنا گوارا نہیں...... جسے حضرت رحمہ اللہ کے اَفکار وخیالات سے کلی اِتفاق کی ضرورت نہیں......جس ذات کے لیے حضرت رحمہ اللہ کے دائرہ کار میں کام کرنا ممکن نہیں...... جسے حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی بہت سی فکری ونظریاتی باتوں سے اختلاف ہے، اُسے حضرت رحمہ اللہ کا''جانشین'' لکھنا یقیناً اُس شخصیت کے افکار وخیالات سے لاعلمی کی بنا پر ہوگا۔

(۲)......حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ صاحبِ تفسیر (حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب) حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ جیسی قاطع شرک وبدعت شخصیت کے تلمیذِ رشید ہیں اور اپنی اِس نسبت تلمذ کو ٹائٹل پر بھی نمایاں لکھتے ہیں۔نیز شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ جیسے ترجمان مسلک

دیوبند کے مرید و متوسل ہیں۔ اِس کے باوجود جناب علوی مالکی بریلوی نظریات کے حامی و ناشر صاحبان سے بیعت کا تعلق قائم کرتے ہیں اور اُن کے مجازین سے خلافت کو علی الاعلان بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ حضرات اَب بھی باقاعدہ مجلسِ ذکر و درود شریف کا انعقاد اور اِن کے لیے تداعی کا اہتمام کرتے ہیں اور بعض مقامات پر میلاد میں شرکت بھی کرتے ہیں۔ اِسی تفسیر کی تقریظ میں ایک صاحب لکھتے ہیں:

''تفسیر (معارف الفرقان) جس دن شاہ صاحب مدظلہم لائے، ایک صاحبِ علم موجود تھے، انہوں نے ذکر مبارک بحث والی جگہ پڑھی اور مجھے دِکھائی۔ اتنی گذارش ہے کہ ہمارے تقریباً تمام اکابر ذِکر جہر کے نہ صرف قائل تھے بلکہ خود کرتے بھی تھے اور سکھاتے بھی تھے۔......آج کل چونکہ منکرین و مانعین ذکر بہت چرچا کرتے ہیں، اِس لیے اِس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔'' [معارف الفرقان: ۱/۴۱]

مماتیوں والا اُسلوب:

یہ حضرات نام تو ''مطلق ذِکر'' یا ''ذکر بالجہر'' کا لیتے ہیں، اور دلائل بھی اِنہی کے دیتے ہیں۔ لیکن اِس سے ثابت ''مجلس ذکر'' اور ''اِجتماعی ذکر'' کرتے ہیں۔ چنانچہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے مجازِ بیعت تو بہ حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرو اٹک کے ایک عالم دین' جنھوں نے مجالس ذکر کی حمایت میں کتاب لکھی تھی' یہی فرمایا تھا کہ:

''آپ نے بالکل مماتیوں والا کام کیا ہے۔ جیسے مماتی لوگ دلائل ''مطلق موت'' کے ذکر کرتے ہیں اور اُن سے ''موت فی القبر'' ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ بعینہٖ اِسی طرح آپ نے دلائل سب ''مطلق ذِکر'' کے جمع کیے اور اُن سے ''مجلس ذِکر'' ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔''

اور باقاعدہ مجلسِ ذکر و درود شریف کا انعقاد اور اِن کے لیے تداعی کا اہتمام کرتے ہیں اور میلاد میں شرکت وغیرہ امور کو اکابر و محققین نے ''بدعت'' لکھا ہے۔

مجالس ذکر کا شرعی حکم:

صحابی رسول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ کتب حدیث میں منقول ہے کہ:

''حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں ابوالبختری سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کو خبر دی کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ تکبیر کہو اور اتنی مرتبہ تسبیح کہو اور اتنی مرتبہ الحمدللہ کہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ نے پوچھا تو کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو میرے پاس آ کر مجھ کو ان کی مجلس کی خبر دینا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آ کر آپ کو ان کی مجلس کے انعقاد کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ برنس (ٹوپی والا لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ان لوگوں کے پاس آئے اور بیٹھ گئے اور جب جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اس کو سنا تو کھڑے ہو گئے اور وہ تیز فہم اور سخت آدمی تھے اور کہا میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں۔ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یا تو تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا تم علم میں جناب نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے بڑھ گئے ہو؟ ان میں سے ایک نے معذرت کے طور پر کہا کہ اللہ کی قسم نہ تو ہم نے تاریک و سیاہ بدعت ایجاد کی اور نہ ہی علم میں محمد ﷺ کے اصحاب پر فائق ہوئے۔ اور عمرو بن عتبہ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن ہم اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (صحابہ کے) طریقہ کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس جیسے کام کئے تو تم (صحیح دین سے) بہت پیچھے رہ جاؤ گے اور اگر تم نے (دین سے) دائیں بائیں کوئی راہ اختیار کی تو تم دور کی گمراہی میں جا پڑو گے۔ طبرانی کی معجم کبیر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا اے ابن مسعود! میں اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ تو آپ نے لوگوں کو متفرق ہونے کا حکم دیا۔''

[المدخل: ۱/۷۵۔ حیاۃ الصحابہ: ۲/۲۴۷......بحوالہ تحقیقی جائزہ]

سننِ دارمی کی ایک روایت میں ہے:

''فجر کی نماز سے پیشتر ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور جب وہ باہر نکلتے تو ان کے ساتھ مسجد تک پیدل جاتے تھے (ایک دن) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تمہارے پاس باہر آئے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ہم سب ان کی طرف کھڑے ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایسی بات دیکھی جو میں نے بری سمجھی اور الحمدللہ میری نیت بھلائی ہی کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ اس کو عنقریب دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں متعدد حلقے بنائے بیٹھے دیکھا۔ لوگوں کے پاس کنکریاں ہیں اور ہر حلقہ میں ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تکبیر کہو تو لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ یہ کلمہ کہتے ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تسبیح کہو تو لوگ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں

سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر تہلیل اور تسبیح کو شمار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیک ضائع نہ ہوگی۔ اے امت محمد تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہے۔ تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسی ملت پر ہو جس میں محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت ہے یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو (صحابہ کا طریقہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے) ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر آپ ان لوگوں کی طرف سے پھر گئے۔ عمر بن مسلمہ کہتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ نہروان میں لڑ رہی تھی۔ [دارمی: ۶۰/۱......بحوالہ تحقیقی جائزہ]

ترجمانِ مسلکِ دیوبند حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نفلی عبادات کا ایک ضابطہ لکھتے ہیں:

''پس غور کرنا چاہئے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوۃ نفل اس سے اعلیٰ و افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔ البتہ وعظ و دروس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔'' [براہین قاطعہ: ۱۵۳......بحوالہ تحقیقی جائزہ]

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر و تسبیح و تہلیل ہی تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔ اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ کیا تھی۔ صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لیے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا۔ ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے لیکن یہ اختیار نہیں کہ ایک جدید اور نئی صورت اور ہیئت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔'' [کفایت المفتی: ۱۲۱/۴......بحوالہ تحقیقی جائزہ]

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''**سوال** : کیا فرماتے ہیں علماء دین وحاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ صبح اور عشاء کی اذان اور فرضوں کے درمیان مسجد میں ایک طرف چادر بچھا کر گٹھلیوں پر درود شریف اجتماعی شکل میں پڑھ لیا جائے جو لوگ درود شریف نہیں پڑھتے وہ بھی اس طرح پڑھنے لگ جائیں گے اور اجتماعی عبادت کا زیادہ ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔

مگر ساتھ ہی علماء کرام سے اس اجتماعی شکل کے متعلق استفتاء بھی مطلوب ہے کہ اس طرح کرنے سے خدانخواستہ خلاف سنت کوئی بات تو نہیں بن جاتی۔ نیز انفرادی شکل میں پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا یا اس خاص صورت کے اجتماعی انداز کے ساتھ زیادہ بہتر ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو جائز ہے۔ گو اِس میں بھی لوگوں کے ذکر وفکر اور عشاء کی سنت غیر مؤکدہ غائب ہوں گی۔ لیکن کچھ روز بعد یہ لازمی چیز بن کر بدعت ہو جائے گی۔ ممکن ہے کہ کسی جگہ ہوا ہو وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ انفرادی شکل میں ہی افضل ہے۔ جہاں اجتماعی صورت مناسب تھی حضور ﷺ نے خود بتا دی ہے۔ ہم کو اس پر زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور عمل کے درجہ میں حضور ﷺ پر اعتراض کا حق نہیں بلکہ گناہ ہے کہ حضور ﷺ کو یہ بھی لازم کرنا چاہیے تھا یا مثلاً سنت کرنا چاہیے تھا۔'' [تحقیقی جائزہ]

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سوال یہ ہے کہ کیا اجتماعی صورت میں اور وہ بھی مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور اسی ہیئت کے ساتھ جہر سے درود شریف پڑھنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا وہ اس کو منع کرتے اور اس کو بدعت کہتے ہیں؟ آپ نے صحیح روایات سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ ان دونوں کو بدعت اور ان پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ان کا وجود تک مسجد میں گوارا نہیں کرتے اور فوراً ان کو مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں۔''

[راہ سنت: ۱۲۹]

قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بلا شک درود شریف رحمتوں کا خزانہ ہے جس کی کثرت مطلوب ہے۔ لیکن درود شریف پڑھنا مستحب عمل ہے۔ اس لئے حسب ارشاد حضرت گنگوہیؒ بوجہ مستحب ہونے کے اس کے لئے بھی لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔ اور اشتہار میں مجلس درود شریف اور مجلس ذکر کے پروگرام کا شائع کرنا بھی بوجہ تداعی جائز نہیں۔

۲......مجلس ذکر سے مراد اگر فضائل ذکر کا بیان ہے اور مجلس درود شریف سے مراد اگر فضائل درود شریف کا بیان ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ تبلیغ ہے لیکن اگر اس سے مراد درود شریف پڑھنا اور اجتماعی ذکر کرنا ہے تو بوجہ تداعی کے یہ ناجائز ہوتا ہے اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تو تقریر کے بعد بذریعہ لاؤڈ سپیکر اجتماعی ذکر جہر کراتے ہیں جو قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی تحقیق کے خلاف ہے۔ عوام تو اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے۔

لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے خلفاء ومتوسلین کو بوجہ دعویٰ دیوبندیت کے سمجھنا چاہئے۔و الله الهادی۔'' [ماہنامہ حق چاریار......بحوالہ تحقیقی جائزہ، باب دوم]

مزید لکھتے ہیں:

...... یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ درود شریف مستحب عمل ہے۔اور مستحب عمل کے لیے تداعی (یعنی لوگوں کو اس کے لئے بلانا) ناجائز ہے۔لیکن اس کے برعکس مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اوران کی پارٹی کا تو ''مجلس ذکر'' اور ''محفل درود شریف'' ایک شعار بن چکا ہے۔اور وہ غالباً ہر اشتہار کے پروگرام میں ''مجلس ذکر اور محفل درود'' کا اعلان کرتے ہیں۔اور گوصلوۃ وسلام اور ذکر بالجہر کی وجہ سے عوام زیادہ جمع ہوجاتے ہیں اور روحانیت کا چرچا زیادہ ہوجاتا ہے۔اور عوام ان دقیق باتوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔لیکن علماء کا تو فریضہ ہے کہ وہ شریعت کی روشنی میں امرونہی پر عمل کرتے رہیں شریعت جذبات کے تابع نہیں ہے۔ بلکہ جذبات کو شریعت کے تابع کرنا چاہیے۔

خلافِ پیغمبر کسے راگزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وما توفيقي إلا بالله.'' [أيضا]

ترجمان مسلکِ دیو بند حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نفلی عبادات کے لیے تداعی اوراہتمام سے اُن کی دعوت دینا مکروہ ہے۔اور مواظبتِ فعلی بھی تداعی میں داخل ہے۔اِس طرح اجتماع بغیر تداعی بھی مکروہ ہے۔''

''......حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی تاکید فرمانے سے اجتماعی ذکر کا ثبوت تو لازم نہیں آتا، انفراداً ذکراللہ کی کثرت بتلائی جائے تو بھی مقصود حاصل ہے۔جیسا کہ مظاہر علوم سہارنپور اور خانقاہ تھانہ بھون میں عمل تھا، یہی طرز خانقاہ رائے پور کا رہا ہے، اِن خانقاہوں میں اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی ذکر کی ہمیشہ بکثرت تلقین ہوتی رہی اوراس پر عمل رہا اور مشائخ کے بعض طرق میں جو ذکر بالجہر مروج ہے یا تو شاذلیہ طریقہ میں اجتماعی ذکر مروج ہے، وہ بطورِ علاج کے ہے، وہ سنت نہیں ہے، اس کو سنت سمجھنا بدعت ہے۔

جب اِس طریقہ پر ذکر سے پہلے فضائل ذکر کا بیان ہوگا، اُس کے بعد اِس طریقہ پر ذکر ہوگا تو لازماً سامعین اِس ذکر کو اُن فضائل کا مورد اور سنت سمجھیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ اِس طریقہ پر ذکر سنت نہیں ہے، بلکہ کسی شیخ کا تجویز کردہ علاج ہے، اس مغالطہ سے بچانا ضروری ہے اور چونکہ یہ طریقہ ہمارے اکابر مذکورہ کے موافق نہیں اور نہ ہی یہ سنت ہے اگرچہ بعض سلسلوں میں رواج پذیر ہے، لیکن چونکہ اِس میں سنت ہونے کا مغالطہ بھی ہوتا ہے، اِس لیے قابل ترک ہے۔

اِنفرادی طور پر ذکراللہ کی خوب تلقین کی جائے اور حسب فرصت اس کی تعلیم دی جانی چاہئے۔اللہ

تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع اور اپنے اکابر کی اتباع کی توفیق عنایت فرمائیں آمین۔''

[حیات ترمذی]

''سنت سمجھ کر اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرنا اور ان کے لئے تداعی قرآن وسنت کی روشنی میں مکروہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔'' [فتویٰ جاری کردہ ۲۲ ؍صفر ۱۴۱۵ھ......بحوالہ تحقیقی جائزہ]

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا،نفس اجتماعی ذکر پر نہ تھا،اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں۔وقت ومحل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے،لیکن نفس ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے۔یہ درست ہے۔پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔'' [خیر الفتاویٰ:۲/۸۰۷......بحوالہ تحقیقی جائزہ]

محقق العصر مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم لکھتے ہیں:

''تداعی کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جماعتی یا اجتماعی صورت میں ذکر کرنے سے بھی اجتناب کیا جاتا تھا۔جس سے مراد یہ ہے کہ سب کے سب ذاکرین اِس بات کا التزام کریں کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی مخصوص ذکر کریں گے خواہ سراً خواہ جہراً۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتماع اور مجلس کی جو کیفیت ہم نے بیان کی اس سے بھی مجلس اور اجتماع تو حاصل ہو جاتا تھا لیکن ذکر ہر شخص اپنا اپنا کرتا تھا پھر خواہ ذکر کے کلمات ہر ایک کے مختلف ہوں یا ایک ہی ہوں۔بہرحال اس بات کا التزام نہیں کیا جاتا تھا کہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں بلکہ ایسا کرنے کو وہ بدعت جانتے تھے۔اسی ناجائز طریقے کو ہم جماعتی یا اجتماعی ذکر کا نام دیتے ہیں۔'' [مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت......تحقیقی جائزہ]

حرفِ آخر:

اِس کے علاوہ دیگر چند اُمور بھی قابل اِصلاح معلوم ہوتے ہیں۔مثلاً:بعض علماء کے القابات میں مبالغہ آرائی،بعض بزرگوں اور دیگر لوگوں سے حاصل شدہ اجازت وخلافت کا ذکر وغیرہ۔اُمید ہے مؤلف موصوف آئندہ ایڈیشن میں مذکورہ بالا تسامحات سمیت تمام اَغلاط کی تصحیح کا خصوصی اہتمام فرمائیں گے۔

اِس کے ساتھ ساتھ اَکابر دیوبند کے طریق سے دُور حضرات سے ''اِصلاحی تعلق'' پر نظرِ ثانی کا مشورہ بھی یہ ناچیز ضرور دے گا۔ورنہ خدشہ ہے کہ مؤلف موصوف دیگر بعض ''حضرات'' کی طرح احقاقِ حق

وابطالِ باطل اور بدعات کی تردید چھوڑ کر اجتماعی مجالس ذکر و درود میں مشغولیت اختیار کرتے ہوئے ''دین کی سیدھی سادی خدمت'' میں مصروف ہو جائیں۔ اور بعض مبتدعین کی تردید بھی اُن کے لیے دشوار ہو جائے۔

مؤخر الذکر مشورہ صرف بندہ ناچیز کا نہیں، بلکہ ترجمانِ مسلکِ دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ بھی اپنی حیات میں مؤلف موصوف کو اس حوالے سے تاکیدی نصائح فرما چکے ہیں۔ نیز مؤلف کے استاذِ گرامی حضرت امام اہل سنتؒ اور مرشدِ گرامی حضرت شہیدِ اسلامؒ کے ساتھ ''وفاداری'' کا تقاضا بھی یہی ہے۔ واللہ المؤفق. (حمزہ احسانی......دسمبر ۲۰۱۵ء)

☆......☆......☆......☆

علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے ہمیشہ سنت و بدعت میں امتیاز نمایاں رکھنے اور سنت کو نکھار کر بدعت سے الگ کر دکھانے میں سرگرمی دکھلائی، اور کبھی تساہل اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اصول سے لے کر فروع تک سنت و بدعت کو جدا جدا کر کے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کر کے رکھ دیا ہے تا کہ دین اخلاص و اتباع کی روشنی میں اپنے اصلی روپ کے ساتھ محفوظ رہے اور شرک و بدعت کی آمیزشوں سے اس کا نورانی چہرہ داغ دار نہ ہونے پائے۔

ہندوستان کی ان آخر کی صدیوں میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اور ان کی نسبی اور حسبی اولاد کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اس سنت و بدعت کی تفریق اور سنت کے دائرہ سے من گھڑت رسوم و رواج کے اخراج کو آخری حد تک پہنچایا، اور ان سارے اختراعات کو جنہیں دعویدارانِ ''انا وجدنا آباء نا'' دین کے پردہ میں پیش کر رہے تھے، دین کے مستحکم دلائل سے دفع کرنے کی عظیم مہم انجام دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دور میں یہ سعی عارفانہ رنگ سے نمایاں ہوئی، ان کے فرزندِ جلیل حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں فلسفیانہ انداز سے سامنے آئی، ان کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے دور میں مجاہدانہ روش سے کھلی، اور ان کے بعد جب دلّی کی علمی مرکزیت ختم ہو کر دیوبند کی طرف منتقل ہوئی تو بانیانِ دارالعلوم دیوبند کے ہاتھوں علم و جہاد کے روپ میں آگے بڑھی، اور آخر کار دیوبند کے فیض یافتہ فضلاء کے ہاتھوں اس نے جماعتی اور اجتماعی صورت اختیار کر کے ہندو بیرون ہند میں پرے جما دیے۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے، اور پھر ان سے مستفیدین اگلے ہوں یا پچھلے، جو ہندوستان و پاکستان، افغانستان و ترکستان، برما و انڈونیشیا، حجاز و عراق میں لکھ ہا لکھ کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے کام کا مرکزی نقطہ یہی سنت و بدعت کی تفریق اور یہی دین اور غیر دین کا امتیاز واضح کرنا ہے۔ [تحریر: حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ......راہ سنت، ص:و]

مجلّہ صفدر ''فتنہ غامدی نمبر''......مبصرین وقارئین کی نظر میں

ماہنامہ الخیر ملتان کا تبصرہ

ویسے تو مسلمانوں کو ہر دور میں کسی نہ کسی فتنے کا سامنا رہا،لیکن یہ دور فتنوں کی کثرت کا ہے، آئے روز انکارِ حدیث، انکارِ فقہ، اباحیت وآزاد خیالی کے فتنے مختلف اشکال میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت سے علماء وقت نے ان فتنوں کے سدباب کے لیے ہمیشہ علمی وقلمی جہاد جاری رکھا ہے۔

اس طرح کا ایک فتنہ گذشتہ ڈیڑھ سو برس سے مغربیت سے مرعوبیت کے زیراثر ''جدت پسندی وآزادیٔ فکر'' کا پیدا ہوا جس کی ابتدا سرسید سے ہوئی، بعدازاں اِس فتنہ کو غلام احمد پرویز، مولوی چراغ علی، نیاز فتح پوری، اسلم جیراج پوری، علامہ مشرقی، عبداللہ چکڑالوی اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے پروان چڑھایا۔ اِسی سلسلہ کی کڑی جناب جاوید احمد غامدی ہیں، جن کی فصیح مگر مغالطہ انگیز تعبیرات نے کافی حضرات کو متاثر کیا ہے۔ اور اَب اُن کے دبستان نے ایک مستقل مکتبِ فکر کی شکل اختیار کرلی ہے۔ جس کا بظاہر مقصد امت مسلمہ کو اُس کے قابلِ فخر ماضی سے کاٹنا اور قرآن وسنت کے باہمی لزوم کو مشتبہ بنا کر سنت کی حجیت اور اس سے ثابت شدہ عقائد واعمال کا اِنکار کرنا ہے۔

اُن کی فکری کجروی کے استیصال اور اس کی حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لیے ''مجلّہ صفدر'' کی انتظامیہ نے ''فتنہ غامدی نمبر'' کے عنوان سے ایک علمی وتحقیقی خصوصی نمبر شائع کیا ہے۔ اِس نمبر میں غامدی صاحب کے افکار ونظریات کا متین علمی انداز میں جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ غامدی صاحب کے عقائد ونظریات سے متاثر یا ان سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو خصوصیت سے اس نمبر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ امید ہے کہ چشم کشا ثابت ہوگا۔

کاغذ، کمپوزنگ، طباعت دیدہ زیب۔ (ماہنامہ الخیر، رمضان/شوال ۱۴۳۶ھ)

☆......☆......☆......☆

محترم ومکرم جناب قاری سلیمان صاحب کی رائے گرامی

محترم جناب حمزہ احسانی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مجلّہ صفدر فتنہ غامدی نمبر موصول ہوا۔ کافی مدت سے فتنہ غامدی سے متعلق آگاہی کے بارے میں فکرمند تھا۔ آپ کی کتاب نے سارا مسئلہ حل کر دیا۔ جس کی وجہ سے تفصیلی آگاہی ہوئی اور کافی مواد حاصل ہوا۔ کتاب دیکھ کر انتہائی دلی خوشی ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی سعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ اور آپ کے ادارہ، معاونین، منتظمین کو دن دوگنی، رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام......قاری محمد سلیمان عفی عنہ

مدرسہ تحفیظ القرآن، جامع مسجد شرقی کالونی، وہاڑی

☆......☆......☆......☆

مولانا ابومحمد سلیم اللہ چوہان سندھی مدظلہ کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب حضرت مولانا احسن خدامی، مدیر: مسئول ماہنامہ ''صفدر''

ومحترم جناب حمزہ احسانی، مدیر: ماہنامہ ''صفدر''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج گرامی خیریت وعافیت سے ہونگے، آمین۔

مطلوب احوال یہ ہے کہ آپ کی طرف سے مسلسل ماہنامہ ''صفدر'' ہر ماہ اعزازی پڑھنے کو ملتا رہتا ہے، اِس دور میں دینی رسالے شائع کرنا بڑی اہم بات ہے، کیونکہ احقر کو اس بات بخوبی اندازہ وتجربہ ہے کہ کچھ سال قبل بندہ نے بھی ایک ماہنامہ رسالہ بنام ''القاسم'' سندھی زبان میں جاری کیا تھا، لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے رسالہ عارضی طور پر بند ہے، اللہ نے چاہا تو اسے دوبارہ جاری کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

میرے محترم آپ کا رسالہ حال ہی میں ایک خاص اشاعت ''غامدی نمبر'' شائع کر کے تاریخ میں ایک اہم مقام حاصل کر چکا ہے، جو کہ یقیناً نہ فقط غامدی فتنہ کا سدباب ہے، بلکہ ہر اُس فتنہ کی سرکوبی ہے، جو علماء حقانی علماء دیوبند کے خلاف ہوگا۔

آج اس پرفتن دور میں دین کے ہر شعبہ میں کام کرنا، یقیناً ایک اہم کام ہے، تصنیف وتالیف کا کام تو نہایت ہی اہم محاذ ہے، جو کہ ہمارے اکابر علماء برسوں سے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام کرتے آرہے ہیں۔

اور خاندان صفدریہ کو پتہ نہیں کس کی بدنظر لگ گئی ہے۔ خاندان صفدریہ کی تو ماشاء اللہ تاریخ ہے کہ وہ ہر دور میں باطل کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنا ہوا تھا۔

آخر میں دل وجان سے دعا ہے اللہ رب العالمین ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی عطا فرمائے۔آمین

والسلام خاکپائے حضرت امام سندھی رحمہ اللہ......ابو محمد چوہان سلیم اللہ سندھی
فاضل جامعہ شمس الہدی کولاب جیئل ضلع خیر پور میرس
ڈائریکٹر عبیداللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ تحصیل لکھی غلام شاہ ضلع شکارپور
مہتمم: مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ گلشن امام سندھیؒ، راجو گوٹھ
۱۱رمحرم الحرام ۱۴۳۷ ہجری......۲۵راکتوبر ۲۰۱۵ء

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا احسان اللہ احسان صاحب مدظلہ کی رائے گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ برادرم!

فتنہ غامدی نمبر کی اشاعت پر صد مبارک باد۔حضرت شیخ برداللہ ضریحہ کی روح مبارک بھی خوشی سے مسرور ہوگی۔ 'الولد سر لأبيه' اِسی کو نہیں تو اور کس کو کہتے ہیں! دادا جی رحمہ اللہ اور ابا جی مدظلہ کے مشن کو لے کر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ان کی طرح کامیابیاں آپ کے بھی قدم چومیں گی۔والسلام،از:احسان

☆......☆......☆......☆

شاہین اقبال اثرؔ جون پوری

اور آج بھی تو رہبرِ ملت ہے دیوبند

دنیا میں مسلّم تری عظمت ہے دیوبند
مسلم کے لئے جائے محبت ہے دیوبند

دنیائے علم و فضل کی زینت ہے دیوبند
آراستۂ زیورِ حکمت ہے دیوبند

یہ نام کسی مسلک و مذہب کا نہیں ہے
اک دعوتِ سنت ہے شریعت ہے دیوبند

طاغوت کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے جبھی تو
طاغوتی عداوت تری فطرت ہے دیوبند

بوجہل ترے نام سے ہیں لرزبراندم
جاہل کے لئے باعثِ ہیبت ہے دیوبند

کہتے ہیں تجھے علم کا حکمت کا سمندر
حاصل تجھے صفہ کی نیابت ہے دیوبند

تو قاسم و محمود کا فیضانِ نظر ہے
گنگوہ کی حاصل تجھے برکت ہے دیوبند

اشرف علیِ تھانوی کا گلشن سرسبز
امداد کی تو زندہ کرامت ہے دیوبند

تو انورِ کشمیر کا ہے مادرِ علمی
تو مولدِ مفتیِ کفایت ہے دیوبند

اَطفال ہیں دنیا کے مدارس ترے آگے
سب مدرسوں کی وجہِ ولادت ہے دیوبند

سنگم علومِ ظاہر و باطن کا بہرگام
پابندِ شریعت ہے طریقت ہے دیوبند

تحقیق، اعتدال، تصلب کا ثمر ہے
عالم میں مسلّم جو ثقاہت ہے دیوبند

کل بھی تجھے سونپی گئی امت کی قیادت
اور آج بھی تو رہبرِ ملت ہے دیوبند

بن دیکھے تری شان پہ قربان مری جان
دیدار ہو تیرا یہی حسرت ہے دیوبند

باطل کا کوئی زور نہیں تیرے مقابل
حاصل تجھے اللہ کی نصرت ہے دیوبند

بے یار و مددگار نہیں حق کے سپاہی
حق یہ ہے درِحق کے لئے چھت ہے دیوبند

تو کل بھی علمِ دیں کے لئے ناگزیر تھا
تو آج بھی دنیا کی ضرورت ہے دیوبند

عاشق کے لئے قابلِ تقلید بہرگام
عاقل کے لئے باعثِ حیرت ہے دیوبند

سب قائدینِ دینِ مبیں اس پہ مجتمع
سالارِ حق ہے قائدِ ملت ہے دیوبند

ہے یوسف و محمود کی تحریک خود گواہ
ہاں پاسبانِ ختمِ نبوت ہے دیوبند

تو جد و جہد و عزم و یقیں کا حسین باب
زندہ تجھی سے شوقِ شہادت ہے دیوبند
کفار کی سازش سے فنا ہو نہیں سکتا
اسلام کی برکت سے سلامت ہے دیوبند
منصوبہ اُس کا خاک میں تو نے ملا دیا
شیطان کو یہ تجھ سے شکایت ہے دیوبند
تو حامیِ انوارِ علومِ نبوی ہے
تو ماحیِ افکارِ جہالت ہے دیوبند
قائم ہے تجھ سے اولیاء اللہ کی بہار
تو باغبانِ تخمِ ولایت ہے دیوبند
قدّ بشر کو بخشی ترقی و بلندی
جدت پسند تیری قدامت ہے دیوبند
معروف ہے حق گوئی و بے باکی جہاں میں
مشہور تری ہمت و جرات ہے دیوبند
شاکر ہے آثر تجھ پہ قلم اپنا اٹھا کر
مدحت تری، شاعر کی سعادت ہے دیوبند

مکتوب حضرت جہلمی رحمہ اللہ......ایک مرید کے نام

محترم ـــــــــــــــــــــــــــــــــ سلمہ ربہ

سلام مسنون

امید ہے کہ تم مع اپنے عزیزوں رشتے داروں کے بخیریت تمام ہوگے۔ واضح ہو کہ میرے لیے یہ چیز بہت پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے کہ تم نے بیعت تو میرے ساتھ کی ہے اور بیعت کے وقت آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تابعداری کا عہد لیا جاتا ہے۔ اور پھر تم سنت کو ترک کر کے لوگوں کی پیروی اور خوشنودی کی خاطر جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا پابندی سے نہ یہ کہ خود کر رہے ہو بلکہ امامت کر کے لوگوں سے بھی کرا رہے ہو۔ کیا آپ نے مرنا نہیں ہے؟

مسئلہ کی واقفیت کے باوجود مسئلہ کی خلاف ورزی کرنا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرنا، یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اور سب لوگوں کا جرم اپنے ذمہ لینا اور ہمیں بھی بدنام کرنا آپ کے لیے روا نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے میری ایک سنت زندہ کی جبکہ سنتیں مٹ رہی ہوں گی، اس کو سو شہید کا درجہ ملے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ وما علینا إلا البلاغ

اپنے برادران و عزیزان کو سلام مسنون کہہ دینا۔ اور اپنے مذہب، دین کو حفاظت اور استقامت علی السنّت کو ہمیشہ لازم پکڑنا۔

والسلام

خادم اہل سنت عبداللطیف غفرلہ

۱۸/رجب ۱۴۰۱ھ

مکتوب گرامی حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

باسمہ سبحانہ

من ابی الزاہد

الیٰ عزیز القدر!

جناب مولانا حافظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صاحب دام مجد ہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔ آپ کے اصرار و ذرہ نوازی کا شکریہ!

عزیز القدر! ہمارا سلسلہ نقشبندی مجددی ہے۔ اور ہمارے مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ موسیٰ زئی شریف کے خلیفہ تھے۔ ہمارے ابتدائی وظائف پانچ ہیں:

(۱)......تیسرا کلمہ — چوبیس گھنٹوں میں دوسو (۲۰۰) مرتبہ

(۲)......سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم — چوبیس گھنٹوں میں دوسو (۲۰۰) مرتبہ

(۳)......درود شریف نماز والا — چوبیس گھنٹوں میں دوسو (۲۰۰) مرتبہ

(۴)......استغفر اللہ (ربی) من کل ذنب واتوب الیہ — چوبیس گھنٹوں میں دوسو (۲۰۰) مرتبہ

(۵)......قرآن کریم کی حسب توفیق تلاوت

اس کے علاوہ جو وظائف اور اذکار آپ کرتے یا کرسکتے ہیں، کوئی پابندی نہیں۔ وضوء ہو تو نور علیٰ نور، نہ ہو تو پھر بھی وظائف کرسکتے ہیں۔

آپ کو تحریری طور پر بیعت میں شامل کرلیا گیا ہے۔

حاضرین سے سلام مسنون عرض کریں۔

والسلام

العبد الضعیف ابو الزاہد محمد سرفراز، از گکھڑ (ضلع گوجرانوالہ)

۲۱/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ......۲۵/مارچ ۲۰۰۳ء